جناب اے، ایچ ہارلے کو اس کام کے انجام دینے مین مولوی محمد یحیی صاحب اسسٹنٹ مولوی مدرسہ کلکتہ نے بہت کافی مدد دی ہے، پہلے حدیثون پر آخر مین جو اشارات ہین، قابلِ اعتماد ہو سکتے ہین،

التذکیر بآیہ التطہیر، سورۂ نور مین ایک آیت ہے۔

انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت　　اے گھر والو، خدا کا ارادہ یہ ہے کہ تم سے نجاست دور کرے
ویطہرکم تطہیرا،　　اور تم کو پاک کرے،

شیعی حضرات کے نزدیک اس آیت مین امہات مسلمین کا ذکر نہین ہے، بلکہ صرف آل عبا کا نام اہل بیت ہے، خان بہادر مولوی تجمل حسین صاحب گوپاموی مدراسی نے اس رسالہ مین ثابت کیا ہے کہ اصلی اہل بیت امہات مسلمین ہین، خوشی کی بات یہ ہے کہ یہ کتاب اگرچہ مناظرانہ انداز مین ہے، مگر تہذیب، شائستگی اور مدارات کو ہاتھ سے نہین جانے دیا ہے، مصنف سے نرمل کھڑی مدراس سے ملے گی،

فطرت اطفال، فطرت اطفال کرسچین ڈی لارسن کی ایک قابلِ قدر کتاب دی سائنٹفک ٹریننگ آف دی چلڈرن کا اردو ترجمہ ہے، جس مولوی حامد حسن صاحب قادری بچھرایونی نے اردو کا لباس پہنایا، اس کتاب مین بتایا گیا ہے کہ ہر شخص مین ایک فطری رجحان اور خاص قسم کی دماغی استعداد ہوتی ہے، اور اس استعداد کا کافی لحاظ رکھتے ہوئے بچون کی تربیت کا اصول بتایا گیا ہے، کتاب اس قابل ہے کہ والدین اور معلم اطفال کے پاس ہو، پتہ :- مسلم ایجوکیشنل کانفرنس، سلطان جہان منزل علی گڈہ

توحید فی الاسلام، اس کتاب مین جناب خواجہ کمال الدین صاحب نے اسلامی عقیدۂ توحید کی تشریح کی ہے، اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بتایا ہے کہ اس عقیدہ کا تہذیب، تمدن، معاشرت، اور اخلاق پر کیا اثر پڑتا ہے، خواجہ صاحب کی کتابین جس خاص انداز کی ہوتی ہین وہ انداز اس کتاب مین بہت نمایان ہے، اور عقلیت کا پہلو صفحہ صفحہ پر غالب ہے، قیمت ؛　پتہ مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور،

عدد ۳ سوم	ماہ رمضان ۱۳۴۵ھ مطابق ماہ مارچ ۱۹۲۷ء	مجلد ۱۹ نوزدہم

مضامین

شذرات

یہ رمضان کا ماہِ مبارک ہے، معارف کا پہلا پرچہ ۱۳۳۴ھ کے اسی مہینہ مین نکلا تھا، اور اس وقت ماہِ رمضان انگریزی ۱۹۱۶ء کے جولائی مہینہ کے مطابق تھا، اور اب وہی رمضان ۱۳۴۵ھ مین جاکر مارچ کے مطابق ہو گیا ہے، ۱۲ برسون مین چار مہینون کا فرق دونون سنون مین پیدا ہو گیا، جو لوگ ہیئت و حساب سے واقف ہین وہ تو جانتے ہین، لیکن بعض ناظرین جوان مسائل سے واقف نہین، اُنھین اسکی خبر نہین کہ ہجری سنہ چاند کی رفتار سے، اور عیسوی سنہ سورج کی رفتار سے شمار ہوتا ہے، دونون کے سال کے درمیان دس دن کا فرق رہتا ہے، یعنی سورج کا سال، چاند کے سال سے تقریباً دس دن زیادہ ہوتا ہے، شمسی سال ۳۶۵ (اور کسیقدر کسر) کا اور قمری ۳۵۵ دن (اور کچھ کسر) کا ہوتا ہے، اس طرح تین سال مین ان دونون سنون کے درمیان ایک مہینہ کا فرق ہو جاتا ہے،

ناظرین گھبرائینگے کہ اس دقیق فلکی حساب کا شذرات اور معارف سے کیا تعلق ہے؟ کہین یہ روزون کی بدحواسی کا نتیجہ تو نہین ہے، مگر درحقیقت ہمین دوسرون ہی کی "بدحواسی" کو دور کرنا ہے، عموماً اردو رسالے اپنی لوح (ٹائٹل) پر صرف انگریزی مہینے لکھتے ہین، اور مذہبی پرچے صرف عربی مہینے لکھتے ہین، اسلیے یہ دونون شمسی اور قمری سنہ و سنین کے جھگڑون سے الگ ہین، اور نہ انھین کبھی اس تطبیق معقول و منقول کی ضرورت پیش آتی ہے، لیکن ہمارا قدم جدید و قدیم کے درمیان ہے، عربی قمری مہینے چھوڑ کر ہم اپنے قومی و مذہبی روایات سے الگ ہونا گوارا نہین کر سکتے، اور اسی طرح انگریزی شمسی سال جسکی وجہ سے قمری سال کے مقابل تین سال مین ایک مہینہ کی کفایت ہوتی ہے، اسکو چھوڑنا بھی قرینِ عقل نہین، اس بنا پر معارف کی لوح پر قمری عربی اور شمسی انگریزی دونون مہینے اور سنہ لکھے جاتے ہین، مگر تعامل عام اور لوگون کے حسابات کی وجہ سے وہ نکلتا شمسی مہینہ کے مطابق ہے، اور اس کے حسابات بھی اسی سنہ سے رہتے ہین، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ تین سال مین ایک انگریزی مہینہ کم ہو جاتا ہے، اور یا یون کہیے کہ ایک قمری مہینہ بڑھ جاتا ہے، اس تطابق کی گتھی کو سنبھالنے کے لیے پہلے یہ کیا جاتا تھا کہ تین سال کے بعد ایک قمری مہینے کا نام چھوڑ دیا جاتا تھا، اس سے بعض خریدارون مین یہ بدحواسی چھاتی تھی کہ ایک مہینہ کا پرچہ غائب ہو گیا ہے، اور اس کے تقاضے کے لیے خطوط آتے تھے، تب سے یہ کیا گیا ہے کہ قمری مہینہ نہین چھوڑا جاتا، بلکہ تین سال کے بعد ایک شمسی مہینہ کے ساتھ دو قمری مہینے ایک ساتھ لکھدیے جاتے ہین، جیسا کہ جنوری ۱۹۲۶ء کے پرچہ پر جمادی الثانی اور رجب دونون لکھدیے گئے ہین، اس سے پرچہ کے غائب ہونے کی شکایات تو رفع ہو گئین، لیکن یہ شکایت پیدا ہو گئی کہ ۸۰ کے بجائے ۸۰ صفحے کے ایک ہی نمبر مین دو نمبر کھپا دیے گئے، حالانکہ ان دونون مین سے کوئی واقعہ نہین، یہ ظاہر جنتری کے فریب اور اصطلاحی اختلافات ہین جنکا پرچہ پر، اسکی ضخامت پر، اس کے شمسی نمبرون پر، اس کے حسابات پر کوئی اثر نہین پڑتا، امید ہے کہ ہمارے بعض ناواقف احباب اس نکتہ کو سمجھ گئے ہونگے،

ارکانِ دار المصنفین کی تعداد بحمد اللہ ایک مہینہ مین بہت کچھ بڑھی، حیدرآباد سے ہماری توقع بہت کچھ پوری ہوئی، اور اس مین وہان سے ۵۴ نئے ممبرون کا اضافہ ہوا، کچھ بنگال سے بھی آئے، کچھ بہار سے بڑھے، کچھ یوپی کو بھی شرم آئی، مگر پنجاب ہنوز اپنی زندہ دلی کے ثبوت مین پس و پیش کر رہا ہے، حیدرآباد مین تحریک کی کامیابی، نواب صدر یار جنگ شروانی، اور پروفیسر عبد الباری ندوی کی کوششون کی رہین ہے، اب مارچ کی ۱۳ تاریخ تک صوبہ وار فہرست حسب ذیل ہے جسمین حیدرآباد نے اپنی جگہ حاصل کر لی ہے:

صوبۂ بہار ۶۰، حیدرآباد دکن ۵۹، صوبہائے متحدہ ۲۲، پنجاب ۱۱، بمبئی ۹، بنگال ۸، سرحدی ۵، دہلی ۵، صوبۂ متوسط ۵، مدراس ۴، برما ۴، سنگاپور ۳، بھوپال ۲،

اردو کتابون کی اشاعت کی کمی کے اسباب اور بہت کچھ ہونگے، لیکن ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ وہ ذریعۂ تعلیم نہین، اس وقت تعلیم یافتہ اور اصحابِ علم جنکو آپ کہہ سکتے ہین، وہ وہی ہین جنھون نے انگریزی کی تعلیم پائی ہے، یا عربی پڑھی ہے، انگریزی تعلیم یافتہ اصحاب اردو کی اشاعتون (کتب، رسائل اور اخبارات) کو قابلِ التفات نہین سمجھتے اور غیر لاطینی حروف مین ان کے نزدیک پڑھنے کی کوئی چیز نہین ہوتی، اور انھین اس پر فخر ہے، عربی خوان اصحاب اور علمار زمانۂ تعلیم کے علاوہ مطالعہ

کتب کے فوائد کے متعلق قائل نہین، اور اس زمانہ مین بھی نصاب تعلیم سے باہر کی کسی چیز پر نگاہ ڈالنا گویا حکم المفتی بفتر کے خلاف ہے، پڑھکر نکلے تو پھر کسی چیز کے پڑھنے کی انکو ضرورت نہین، اگر کبھی ضرورت بھی ہوئی تو فقہ، فتاوی کی چند عربی کتابونکی جنہین اردو واحتمل نہین ہے کہ اس مین علم کی کوئی بات ہو کیونکر سکتی ہے، اب بتایئے کہ پڑھے لکھے لوگون مین سے کون طبقہ اردو کتابون کو خریدے اور پڑھے،

باہم انگریزی دان طبقہ کے کچھ خاکسار ومتواضع لوگ ایسے ہین، جو گریجوئیٹ نہین ہو سکے، یا مولویون مین کچھ ہین جنکے سر پر دستار فضیلت نہین بیادہ مولوی ہو کر نیچری ہو گئے ہین یا معمولی اردو فارسی خوان ہین یہی بیچارہ طبقہ ہے جسکو اردو سے عملاً ہمدردی ہے، اور یہی اردو اشاعتون کے تمام بار کا متحمل ہے، ایسی حالت مین اس زبان کی تالیفات، رسائل اور اخبارات کی قلت اشاعت کی کیا شکایت کیجائے، جب تک ہم کو اپنی زبان کی تصنیفات ورسائل کے پڑھنے کا شوق نہوگا ہماری دار الاشاعتون کے کنگال پن، اور اردو مین بلند کتابون کے قحط کا یہی حال رہیگا،

اردو انسائیکلو پیڈیا کے متعلق متعدد اصحاب کے خطوط موصول ہوئے ہین جنمین سے ہر ایک مین اسکی ضرورت کا اعتراف کیا گیا ہے، اور کام کے شروع کرنے کے متعلق مختلف تجویزین پیش کیگئی ہین، اور اس خیال کو مناسب سمجھا گیا ہے کہ ذاتی چندہ کے بجائے یا کمپنی بنا کر حصص کے طریق پر کام کیا جائے، یا صرف یہ کیا جائے کہ پانچہزار خریدارون کے نام رجسٹرڈ ہو جائین جو اسکی ہر جلد کی خریداری کی اطلاع دیدین، پہلی تجویز قاضی نجم الدین احمد صاحب میرٹھ نے اور دوسری مولوی محمد عبد العزیز صاحب (تحصیلدار بھنڈارا سی پی) نے پیش کی ہے،

مسرت کی بات ہے کہ صوبون کی بعض حکومتون نے دیسی زبانون کی طرف توجہ شروع کی ہے، صوبہ متحدہ مین ہندوستانی ایکاڈیمی کے نام سے ایک سرکاری مجلس ادب اردو ہندی کی ترقی کے لیے قائم ہوئی ہے، صوبہ کے خزانہ سے

پچاس ہزار سالانہ اس کے لیے منظور ہوئے ہین، ارکان کے نام منتخب ہو کر انکا گزٹ بھی ہو چکا ہے، مگر چند مہینون کے بعد بھی، ممبرون کے اجتماع، مشورہ اور کسی علمی تجویز کا ذکر سننے مین نہین آیا ہے، دوسری طرف بہار سے خبر آئی ہے کہ وہان کی وزارت تعلیم نے بھی اپنے صوبہ مین اردو ہندی کی ترقی کے مسئلہ پر غور کرنے کے لیے چند اصحاب صوبہ کے باہر سے اور چند اصحاب کا خود صوبہ کے اندر سے انتخاب کیا ہے، ان اشخاص کی مجلس صوبہ بہار مین اردو زبان کی ترقی اور اس کے نصاب تعلیم وغیرہ پر غور کریگی، مجلس تو ختم ہو چکی نتائج سے واقفیت نہین، اتنا سنا ہے کہ نوین جماعت تک طلبہ کو اردو ہندی پڑھنا بھی لازمی کیا گیا ہے، اور یہ بھی تسلیم کرایا گیا ہے کہ اردو اور ہندی اصل مین ایک ہی زبان ہے، ان مین فرق صرف رسم الخط کا ہے، اور یہ بھی تجویز ہے کہ یہان بھی ایک اردو ہندی ایکاڈیمی کی بنیاد ڈالیجائے،
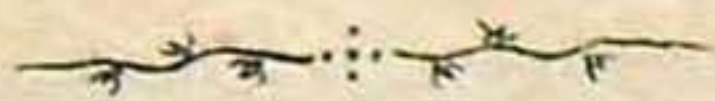
مگر اس صوبہ کے اردو بولنے والے مسلمانون کا اصلی مطالبہ یہ تھا کہ یہان کی عدالتین اردو خط تسلیم کرین معلوم نہین مجلس نے اسکے متعلق کیا فیصلہ کیا، مولوی سر فخر الدین صاحب وزیر تعلیمات بہار سے یہ توقع ہے کہ اس مجلس کی دعوت اور انعقاد سے انکا مقصد صوبہ مین اردو کی مطالبہ کرنے والی جماعت کی محض زبان بندی نہ ہوگا، بلکہ واقعاً کوئی کام مد نظر ہوگا، ہم صوبہ کے کام کرنے والے اشخاص کی خدمت مین بھی عرض کرینگے کہ وہ محض کسی شخصیت سے الجھنے کے لیے نہ اٹھین بلکہ اپنے فرض کے طور پر اور اپنے صوبہ کی مادری زبان کی حقیقی خدمت کے لیے اٹھین، اور اردو کی ظاہری اور معنوی دونون خدمات انجام دین پورے صوبہ مین اردو مکاتب اور اردو کتب خانے قائم کرین صحیح اردو کو رواج دینے کے لیے تمام مدرسون، اسکولون اور کالجون مین اردو انجمنین قائم کیجئین جنمین طلبہ کو صحیح اردو لکھنے اور بولنے کی مشق کرائی جائے،

ہندوستان کا صوبہ گجرات جس کے نام کو بحیثیت صوبہ کے بمبئی نے چھین لیا ہے، کسی زمانہ مین وہ مسلمانون کے علوم وفنون کا بڑا مرکز تھا، اس کا پایہ تخت احمد آباد کبھی علما، فضلا، صوفیہ اور مشائخ کا مسکن تھا، اور بڑے بڑے کتب خانون کا بھی مقام تھا، علم تو اب وہان نہین رہا ہے، مگر چند کتب خانے البتہ وہان یادگار رہ گئے ہین، جنکی زیارت کا شرف بحمد اللہ کہ حاصل ہو چکا ہے،

انھین مین سے ایک حضرت پیر محمد شاہؒ کی درگاہ کا کتب خانہ بھی ہے حضرت محمد شاہؒ بارہوین صدی ہجری کے بزرگ ہین، بیجاپور

دکن سے احمد آباد گجرات آکر مقیم ہوئے تھے، اور وہین کی جامع مسجد مین معتکف ہو کر تمام عمر گذار دی، وہ شاعر بھی تھے اور قدسی تخلص کرتے تھے ان کی وفات کے بعد حسب دستور زمانہ ان کے مریدون اور معتقدون نے ان کا یہ مقبرہ تعمیر کیا جو اب درگاہ پیر محمد شاہ کے نام سے موسوم ہے،

احمد آباد مین ایک کتبخانہ بھی ہے جب مین نے دیکھا تھا تو وہ کوئی اچھی حالت مین نہ تھا، لیکن اب ہمین ہمارے دیاسے دلگداز قومی سعی احمد آباد کے عربی و فارسی و اردو کے پروفیسر مولانا سید ابو ظفر صاحب ندوی کے خط سے یہ معلوم ہو کر خوشی ہوئی کہ چند سال سے اسکی طرف وہان کے مسلمانون کو خاص توجہ ہے، اور مولانا بھی اسکی ترقی مین حصہ لے رہے ہین، اور اسکی جامع فہرست تیار کر رہے ہین، اسکے لیے سنی بوہرون کی ایک منتظمہ جماعت قائم ہو گئی ہے، بعض دوسرے شہر کے کتب خانے بھی اسمین شامل کئے جا رہے ہین، کتابین خریدی بھی جا رہی ہین بعض لوگون نے خود بھی اپنے کتبخانے اسمین داخل کر دئے ہین، اور چند سال سے ایک ہزار سال کتابون کی خریداری پر صرف کیا جا رہا ہے، اسمین اب سیکڑون قلمی کتابین جمع ہو گئی ہین جنمین سے بعض نوادر مین شمار ہونے کے لائق ہین، نوین سے گیارہوین صدی تک کا ذخیرہ اسمین بکثرت ہے، اور ساتوین آٹھوین کا کچھ، بعض خود مصنف کے ہاتھ کی کتابین بھی ہین، مثلاً امام سخاوی اور نظام نیشاپوری کے ہاتھ کی لکھی ہوئی کتابین، اردو مین نجم الدین آبرو، اور شیدا گجراتی تابان کے دیوان بھی وہان ہاتھ آئے ہین، بارہوین صدی کا نسخہ ہے، مولانا اور ارکان کی یہ کوشش ہے کہ گجرات کا تمام اندوختہ سلف اسمین سمٹ کر آجائے اور اس صوبہ کا یہ بہترین علمی مرکز بنجائے، اور یہ کچھ مشکل نہین،

بنگال کی خلیج ہمیشہ سے ساکن اور غیر متلاطم تھی، مگر جب سے گنگا اور جمنا کے دریا کا پانی جا کر اس مین ملا ہے، اسمین جوش اور تلاطم پیدا ہو گیا ہے، بنگال ہندو مسلم اتحاد کے خلاف فرقہ وارانہ جذبات کی نمائش سے ہمیشہ پاک رہا، اور کبھی وہان کا فساد کلکتہ سے آگے نہین بڑھا، مگر گنگا اور جمنا کی وادیون سے شدھی اور سنگٹھن کا جوش ابل کر جب سے دور دور کے صوبون مین پہنچا ہے وہان بھی فتنون کا دروازہ کھل گیا ہے، اور کئی دفعہ ہندو مسلمانون مین خون آشام جھگڑے پیش آچکے ہین، اگر حقیقت یہ ہے کہ بنگال کے سوتے مسلمانون کو جھنجھوڑنے کے لیے قدرت نے یہ سامان پیدا کر دیا ہے، چنانچہ ان ہنگامون نے مسلمانون مین حرکت پیدا کر دی ہے، اور صوبہ کے اندر تک یہ حرکت پیدا ہو گئی، اور اس کے متصل صوبہ آسام بھی اس سے متاثر ہو رہا ہے، اپریل مین پورے آسام

کی تبلیغی انجمنون کا ایک متحدہ جلسہ ہونے والا ہے، افسوس کہ اسکی صدارت کی ذمہ داری کا مین اپنی مشغولیت اور خرابی صحت کے باعث متحمل نہ ہو سکا، اور اس خوش آیند جنبش و حرکت کو اپنی آنکھون سے نہ دیکھ سکونگا، تاہم معلوم ہوا ہے کہ جا بجا تمام آسام مین بارہ سو کے قریب مکتب قائم ہو چکے ہین،
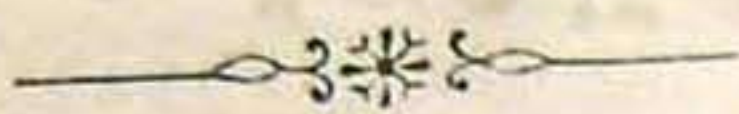
خاص بنگال مین بھی ہر قسم کی ترقیون کی امنگ مسلمانون کے سینون مین پیدا ہو رہی ہے، اردو کی بہت سی علمی، تاریخی اور مذہبی کتابون کے بنگالی مین ترجمے ہو چکے ہین، اور ہو رہے ہین، پٹنہ سے محمد منجور الدین (منظور الدین) صاحب بی اے لکھتے ہین کہ مولانا شبلی مرحوم کی تصانیف مین سے اورنگ زیب عالمگیر، الغزالی اور المامون کے ترجمہ کا آغاز کیا گیا ہے، اور اسی کے ساتھ یہ بھی اطلاع دی کہ وہان سیرج سنگھا نام ایک مجلس اس غرض سے قائم کیگئی ہے کہ وہ بنگالی مین اسلامی کتب و رسائل کی تالیف و ترجمہ و اشاعت کا کام انجام دے،
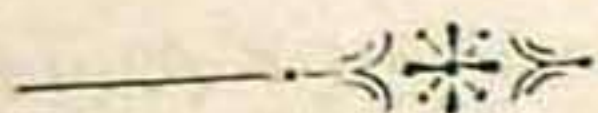
بردوان (بنگال) سے ایم حسن صاحب بنگال کے متعلق اور بہت سی خوشخبریان سناتے ہین جنمین سے ایک یہ ہے کہ ہمارے فاضل دوست مولانا اکرم خانصاحب نے سیرۃ نبوی پر بنگالی مین مصطفےٰ چریت ایک کتاب لکھی ہے جو وہان بیحد مقبول ہوئی ہے، اسی کے ساتھ ایک اور دل خوش کن خبر یہ ہے کہ مسلمان بنگالیون نے بھی بنگالی زبان پر قبضہ مالکانہ جمانا شروع کر دیا، بنگال مین ایک نوجوان مسلمان شاعر قاضی نذر الاسلام بڑی شہرت پا رہا ہے، اسکے شاعرانہ کمالات نے بنگال کے سب سے بڑے جادوگر رابندر ناتھ ٹیگور کو بھی مسحور کر دیا ہے، اور اس کے اعتراف مین ٹیگور نے اپنی ایک کتاب بسنت (ڈراما) قاضی نذر الاسلام کے نذر کی ہے، یعنی ان کے نام سے اسکو معنون کیا ہے، ہمارا بنگالی نامہ نویس نہایت جوش سے اس خط مین لکھتا ہے کہ:

"بفضل خدا آج کل بنگلہ زبان مین مسلمان لوگ بہت ترقی کرتے جاتے ہین"

مقالات

علامہ سید مرتضیٰ زبیدی،

بلگرام کا ایک یمنی محدث مصری صوفی

اور اسکی ایک کتاب،

(۲)

از مولانا سید مناظر احسن صاحب گیلانی شیخ الحدیث جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن،

کتاب النفحۃ القدسیہ بواسطۃ البضعۃ العیدروسیہ

ان ہی کتابون مین سے آپکی ایک کتاب النفحۃ القدسیہ بواسطۃ البضعۃ العیدروسیہ ہے، جس کا ترجمہ شایع کیا جاتا ہے، سید علامہ کے پیرو شیخ حضرت سیدنا عبد الرحمن بن مصطفی عیدروس حضرمی رحمۃ اللہ علیہ ایک مجمع السلاسل بزرگ تھے، تقریبًا اکثر شایع و ذائع بلکہ بعض نادر طریقون کی آپ کو اجازت تھی، سید علامہ نے ان تمام طریقون کی اجازت و سند شیخ قدس سرہ سے حاصل کی تھی،

خیال ہوتا ہے کہ ابتدأ سید علامہ کو یہ خیال گذرا کہ ان تمام طریقون کو ایک جگہ جمع کر دون، لیکن اس کے بعد آپ نے اس خیال کو ایک مستقل تصنیف کی شکل مین بدل دیا، جو طریقے شیخ سے پہنچے تھے، ان کے سوا اور بھی کتابون مین آپ کو جو طریقے نظر آئے، سب ہی کو لے لیا، اور حروف تہجی کی ترتیب سے ان کی ایک فہرست تیار کی، درحقیقت اس کتاب کا اصلی موضوع یہی ہے، جو بجائے خود ایک اہم علمی اور دینی خدمت ہے، کیونکہ صوفیا کے حالات وطرق کے متعلق جو کتابین مرتب ہوئی ہین عمومًا ان کا تعلق کسی خاص طریقہ، یا خاص ملک، خاص شہر کے اولیاء اللہ سے ہے، جسکا عام اثر یہ ہے کہ مصر کے مسلمان

نہین جانتے کہ ہندوستان مین کن کن بزرگون کا سلسلہ پھیلا ہوا ہے، ہندوستانی یہ نہین جانتے کہ عرب مین ارشاد و سلوک کے کتنے طریقے مروج ہین، اور اسکی وجہ سے بسا اوقات ایک ملک کے مسلمان دوسرے ممالک کے بزرگون سے نفع اٹھانے مین کوتاہی کرتے ہین، حالانکہ اسلام ایک ہے، مقصد ایک ہے، پھر اس مین بھی اس قسم کی تنگ نظریون سے اگر کام لیا گیا، تو اس کا انجام بجز محرومی کے اور کیا ہو سکتا ہے،

سید علامہ نے بڑا کام کیا کہ چند مختصر ورقون مین ساری دنیائے اسلام کے ارباب باطن صلحاء و اولیاء رضوان اللہ علیہم اجمعین کے طریقون کو قلم بند کر دیا ہے، غالبًا یہ کتاب ایسی حاوی ہے کہ عرب، عجم، مصر، مراکو، تونس، ہندوستان، الغرض کسی اسلامی ملک کا کوئی ایسا مشہور و معروف معتبر طریقہ نہین ہے جسکو چھوڑ دیا گیا ہو، اس کے پڑھنے سے ارباب ذوق کے علم مین بہت کچھ اضافہ کی امید ہے اور یہ تو اصل مقصد ہے، لیکن اس کے ماسوا ضمنی اور ذیلی طور پر سید علامہ نے مختلف مقامات پر ایسی قیمتی باتین درج کی ہین، جنکا ایک جگہ ملنا دشوار تھا، اگرچہ ان باتون کا تفصیلی علم تو کتاب کے پڑھنے سے ہو سکتا ہے، لیکن چونکہ اس مین زیادہ تر سندون کا ذکر ہے، جسکے پڑھنے مین ممکن ہے کہ عام لوگون کو دلچسپی نہ ہو، اس سے چند اہم باتون کا ذکر اختصار کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔

۱- سید علامہ نے شروع مین ایک مقدمہ لکھا ہے، اس مین یہ بتایا ہے کہ صوفیہ کے اس کثرت طرق کے اسباب کیا ہین، کیا ان کی سناد کسی اختلاف پر ہے، لوگ اسکی کوشش کیون کرتے ہین کہ جہانتک ممکن ہو مختلف طریقون کی اون کو اجازت حاصل ہو، اس اکثار کا کیا نفع ہے اور سب سے اہم بحث ،،خرقہ،، کی ہے، سید علامہ چونکہ صوفی ہونے کے ساتھ محدث بھی ہین، اسلیے محدثانہ طور پر آپ نے اس پر بحث کی ہے، جو غالبًا اس کتاب کے سوا دوسری کتاب مین نہین ملسکتی، اس کے بعد تلقین ذکر کے متعلق بھی ایک مفصل محققانہ بیان درج ہے، جس سے نہ صرف صوفی کی، بلکہ محدثین علماء کی بھی راہنمائی ہوتی ہے،

۲- اس کتاب کے دیکھنے والون کو یہ بھی معلوم ہوگا کہ فقر و طریقت کے سلسلے علاوہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ

کے خلفاء ثلثہ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی جاری ہوئے ہین، سید علامہ نے خاص خاص طریقون کے ذیل مین ان کا ذکر کیا ہے، بلکہ بکریہ، فاروقیہ تو عنوان مین درج ہے، ادھمیہ کے ذیل مین طریقۂ فاروقیہ کا، اور مداریہ کے تحت مین آپ نے عثمانی سلسلہ کا بھی ذکر کیا ہے، اور یہی نہین بلکہ بعض طریقے حضرت انس بن مالکؓ خادم سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم، اور حضرت ابودرداء صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک بھی منتہی ہوتے ہین، لفظ "دردائیہ" کے تحت مین حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابوطالب مکی رحمۃ اللہ علیہ کے طریقہ مین حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر فرمایا ہے،

۳- علمائے ظاہر کو یہ دیکھکر بھی تعجب ہوگا، کہ حافظ ابن حجر عسقلانی، شیخ الاسلام زکریا انصاری تاج الدین سبکی، شاگرد امام ذہبی، زین الدین عراقی، حافظ مغلطائی، جلال الدین سیوطی، کمال الدین بن ہمام، امام الحرمین جیسے علما بھی بارگاہِ فقر کے نیازکیشون مین ہین، باضابطہ بیعت، ذکر، ارادت سے مشرف ہین، فاعتبروا یا اولی الابصار، اور ان کی عبرت کیلئے تو خود سید علامہ کا وجود بہت کافی ہے، ان مین کون ہے جو سید کے علمی علو مرتبت اور محدثانہ جلالت کا منکر ہو سکتا ہے، پھر یہ کیا تماشا ہے کہ ایک محدث تریم کے ایک درویش کی غلامی پر نازان ہے، خاتمہ مین سید علامہ نے جو کچھ لکھا ہے اسکو پڑھنا چاہئے،

۴- اس کتاب مین سید علامہ نے متفرق مقامات پر مختلف اولیاء اللہ کے متعلق لکھا ہے کہ انھون نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے برای العین ملاقات کی اجازت حاصل کی اسی طرح حضرت خضر و الیاس علیہما السلام کی ملاقات کا بھی ذکر ہے، خضر علیہ السلام کی حیات و ممات مین چونکہ علماء ظاہر کو اختلاف ہے، اسلئے طریقۂ خضریہ کے ذیل مین سید نے اس پر سیرکن بحث کی جو قابل دید ہے،

۵- طریقۂ محمدیہ کے ذیل مین، ایک لطیف بیان اس مسئلہ کے متعلق درج ہے کہ کیا اب بھی کوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست نفع اٹھا سکتا ہے، سید علامہ نے اسکی تدبیر بتائی ہے

اور وہ پڑھنے کے قابل ہے،

۶- ایک عجیب بات اس کتاب مین یہ بھی ہے، کہ خلفائے عباسیہ جس طرح بیعت سمع وطاعت وخلافت لیتے تھے، اسی طرح وہ بیعت، طریقت وارادت بھی لیتے تھے، لفظ "عباسیہ" کے تحت مین انکی پوری سند درج ہے،

۷- امام سحنون معلم افریقہ مدون مذہب مالکیہ کے ایک شاگرد ابوعقال کی طرف ایک طریقہ منسوب ہے، جسکو افریقہ مین مدولیہ کہتے ہین، سید علامہ نے ان کے ذکر مین "مجذوب" کی نہایت محققانہ وضاحت کی ہے، جسکو "مجذوب فقراء" کے "فقر" و "وصول" مین شبہ ہے، ان کو خاص طور پر یہ بحث پڑھنی چاہئے،

۸- اس زمانہ مین ایک عام خیال یہ بھی پھیلا ہوا ہے، کہ صوفیون نے مسلمانون کے جذبۂ شجاعت کو پامال کر دیا، اور اس کے بعد مسلمانون کی سیاسی قوت برباد ہو گئی، ایسے حضرات کے لئے مناسب ہوگا، کہ لفظ "بکتاشیہ" کے ذیل مین جو کچھ لکھا ہوا ہے، پڑھین، انکو معلوم ہوگا کہ مسلمانون کی وہ مشہور ومعروف "فوجی قوت" جس کا نام سنکر یورپ تھرا جاتا تھا، یعنی ترکون کی "ینگچری فوج" ایک صوفی کی مرتب کی ہوئی تھی، اور کیا معلوم، کہ ہندوستان، ترکستان، افریقہ مین جو کچھ تھا، اس کا زیادہ تر قیام ان ہی نفوس طیبہ کے ساتھ وابستہ تھا، جسکی تفصیل کا یہ موقع نہین، انشاء اللہ کسی مستقل تصنیف سے اس کو ظاہر کیا جائے گا،

۹- ہندوستان کے مسلمانون کو جس طرح یہ سنکر خوشی ہوگی، کہ ان کا ایک ہم وطن جامع ازہر کے شیوخ کا استاد ہو گیا تھا، اسی طرح وہ یہ سنکر بھی خوش ہونگے کہ ان ہی کے وطن کے ایک بزرگ شیخ تاج الدین زکریا ملتانی جو حضرت شیخ باقی باللہ نقشبندی کے خلیفہ تھے، انھون نے بصرہ، یمن، احساء، نجد اور خود حجاز مین طریقہ نقشبندیہ کو پھیلایا، اور ان ممالک مین ان کے مریدون کی ایک بڑی جماعت تھی، سید علامہ نے لفظ تاجیہ کے ذیل مین ان کا ذکر کیا ہے،

۱۰- سید علامہ نے اس کتاب مین "طریقۂ قلندریہ" کا خصوصیت کے ساتھ اور ذرا تفصیل سے ذکر کیا ہے،

اسی طرح "ملامتیہ" کے بیان مین بھی، اس کا لحاظ رکھا ہے، کہ ان پر جو اعتراض کیا جاتا ہے، وہ شرع سے غافل بے لحاظ نہین ہے، اور یہ دونون بحثین دیکھنے کے قابل ہین،

۱۱- "نقشبندیہ" طریقۂ تعلیم و تربیت کے بیان مین بہ نسبت اور سلسلون کے سید علامہ نے بسط سے کام لیا ہے، اور اتنا لکھا ہے کہ محض اس کتاب کی مدد سے آدمی اس طریقہ کے مشاغل کو حاصل کرکے کامیاب ہوسکتا ہے،

۱۲- ایک نئی چیز اس کتاب مین یہ بھی ہے، کہ طریقۂ نقشبندیہ کے ذیل مین سید علامہ نے ایک ایسے بزرگ کا تذکرہ کیا ہے، جو کسریٰ نوشیروان کے خاندان سے تھا، ان کا نام نامی ابو علی احمد بن محمد قاسم بن منصور بن شہریار رودباری ہے، اور ایسے تو متعدد بزرگون کا ذکر ہے، جو مختلف خاندان شاہی سے تعلق رکھتے تھے،

۱۳- لفظ "غازیہ" کے تحت مین سیدی احمد بن علی درعی سے یہ نقل کیا ہے، کہ وہ فرماتے تھے،

"جس نے مجھے دیکھا یا میرے دیکھنے والے کو دیکھا وہ جہنم مین نہین جاسکتا"

اور بعض دوسرے اہل اللہ سے بھی اس قسم کے الفاظ منقول ہین، بظاہر یہ دعویٰ عجیب معلوم ہوتا ہے، لیکن اس کے بعد سید علامہ نے اس دعوی کی جو وجہ مسلسل سند سے نقل کی ہے اس سے راز واضح ہوجاتا ہے، سید نے اپنے پیر سے، انھون نے حسین بن عبدالرحیم سے، انھون نے ابو ناصر سے، انھون نے ابو سالم فتاشی سے، وہ سیدی احمد بن علی صاحب دعوی سے راوی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا، کہ "نار جہنم اس شخص کو نہین چھو سکتی جس نے تجھکو دیکھا یا تیرے دیکھنے والے کو دیکھا" سیدی احمد کا بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات تین دفعہ ارشاد فرمائی، اس کے بعد اگر انھون نے دنیا کو یہ بشارت دی، تو پھر اس کے سوا چارہ کیا تھا، یہ تو

آنچہ استاد ازل گفت ہمان می گویم

اور اس کے کہنے پر وہ مجبور تھے، ورنہ خود سیدی احمد کا جو حال تھا وہ اس سے ظاہر ہے کہ اس بشارات کو نقل فرماتے اور پھر کہتے کہ:-

خون کبھی میرا پیچھا نہین چھوڑ سکتا، اگرچہ مین جنت ہی مین کیون نہ ہون، فرض کرو کہ اس کے بعد بھی اگر مجھ سے یہ کہا جائے کہ جنت سے نکل جا، تو مین کیا کرونگا، اور کیا بول سکتا ہون؟

کیا اس کے بعد بھی ان بزرگون کے اظہار واقعہ کو کوئی دعوی پر محمول کرسکتا ہے، باقی یہ امر کہ ان کو دیکھنے والا جنت کا کیون مستحق ہوجاتا ہے، سید علامہ نے اسکی خود ہی توجیہ کی ہے، فرماتے ہین:-

"آپ کا یہ فرمانا کہ مین جنت کا ضامن ہون"

اس کا مطلب یہ ہے، مین اس بات کا ذمہ دار ہون کہ ایسے شخص کی موت اور اس کا خاتمہ ایمان پر ہوگا اگر موسیٰ کو دیکھکر ساحرون مین انقلاب پیدا ہوسکتا ہے، اگر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر اقدس عمر کو فاروق اعظم بنا سکتی ہے، تو حضور کے اتباع و خدام کی جن پر نگاہ پڑی، ان مین کوئی ایسا ایمانی انقلاب پیدا ہوجائے کہ اس کے بعد ان سے اہل جنت کے افعال صادر ہون تو اس پر لوگون کو تعجب کیون ہے،

۱۴- "خلوتیہ" کے تحت مین، شعبان آفندی قسطمونی کا یہ عجیب واقعہ سید علامہ نے نقل کیا ہے کہ،

"انھون نے جنون کے رئیس سے یہ عہد لیا، کہ ان کے طریقہ والون مین کسی کو جن اذیت نہ پہنچائین اور ایسی کوئی کشتی ڈوبی نہ جائے جس مین ان کے طریقہ کا کوئی آدمی سوار ہو، اور ان کے سلسلہ کے کسی آدمی پر قرض کا بوجھ نہ رہے، اور خلافت محمدیہ کا خاتمہ ایسے شخص پر ہو، جو آپ کے طریقہ مین داخل ہو"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنون کی بیعت لی، اور ان سے بعض معاہدات کئے، پس اتباع نبوی کا یہ کیا عجیب ثمرہ ہے، کہ انسان کامل ہوجاتا ہے، اور جو کامل ہوتا ہے نہ صرف نباتات

حیوانات بلکہ جن تک اس کے زیر فرمان ہوجاتے ہین، اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان بزرگون کے سلسلہ مین داخل ہونے کے بعد انسان کن دینی و دنیوی سعادتون سے بہرہ یاب ہو سکتا ہے، کیا معلوم کہ خدا کے کس دوست نے اپنے مولی سے کیا کیا وعدے کئے ہین،

۱۵- نفظ "قادریہ" کے تحت مین طریقۂ قادریہ کی اس نماز کا بھی ذکر کیا ہے جو عام طور پر اس سلسلہ کے حضرات پڑھتے ہین اور محدث علامہ نے اس پر کوئی تنقید نہین کی ہے، دیکھنے والون کو دیکھنا چاہئے،

۱۶- طریقہ سیدی ابو یعقوب کے ذیل مین سید علامہ نے قرآن سے خواب کی تعبیر نکالنے کا ایک عجیب کلیہ درج کیا ہے، جو قابل دید ہے، لوگون کو اس کا تجربہ کرنا چاہیئے،

۱۷- حسین بن منصور کا ذکر بھی اس کتاب مین ہے اور ان کے نام سے ایک خاص طریقہ "حلاجیہ" منسوب ہے، سید علامہ نے لکھا ہے کہ:-

"خطیب بغدادی نے حسین کا وسیع تذکرہ کیا ہے"

آج خطیب کی کتاب ناپید ہے، ورنہ دیکھا جاتا کہ بغداد کے اس خطیب نے بغداد کے اس بدنام صوفی کا کیا حال لکھا ہے، ان لوگون کو جو حسین منصور سے بہت برہم ہین خطیب کی تاریخ تلاش کرنی چاہیئے، غالباً ان کو اپنے خیال مین ترمیم کرنی پڑے گی ورنہ اس سے پیشتر اگر حسن ظن سے کام لیا جاتا تو کیا یہ بہتر نہ تھا،

۱۸- اس کتاب مین اور بھی بعض نادر اور عجیب باتین ہین، مثلاً ابو سالم ابراہیم بن احمد زوادی رحمۃ اللہ علیہ کی عمر ایک سو چھتیس (۱۳۶) سال لکھی ہے، اسی طرح لفظ وقایہ کے تحت مین حضرت محمد وقار رحمۃ اللہ علیہ کے حالات لکھتے ہوئے سید علامہ نے لکھا ہے،

"آپ امی تھے لیکن ادبائے قوم مین آپ بحیثیت زباندانی کے بہت ممتاز تھے، آپ نے سات یا دس سال کی عمر مین بہت سی تالیفین کین"

الغرض یہ کتاب اگرچہ بظاہر اسمائے اولیاء اللہ کی ایک اجمالی فہرست ہے، لیکن بیچ بیچ مین ایسے عجیب و غریب معلومات، مفید بیانات درج ہین جو بہت سی کتابون کے پڑھنے سے بھی میسر نہین آ سکتے، سید علامہ نے اگرچہ التزام نہین کیا ہے، تاہم بعض اہم طریقون کے ذکر مین اس طریقہ کے اصول، فوائد، دستور العمل کو نہایت جامع لفظون مین لکھ جاتے ہین، مشہور اکابر اولیاء اللہ کے سنین وفات، مقام وفات، زندگی کے کسی اہم واقعہ کا بھی ضرور ذکر کرتے ہین، آخر مین خاتمہ لکھا ہے، جو سلسلۂ فقر و سلوک کی جان ہے، اور اگر انسان اسی کو اپنا دستور العمل بنائے تو وہ بہت کچھ ہو سکتا ہے،

"تصور شیخ" پر سید علامہ کو بہت اصرار ہے، اور خاتمہ مین اس مسئلہ پر خاص طور سے زور دیا ہے،

۱۹- طریقۂ ہمدانیہ کے ذیل مین سید علامہ نے لکھا ہے، کہ اس طریقہ کے بانی سید علی ہمدانی کشمیری اپنے مریدون سے خاص خاص اوراد کا صبح و عصر مین ذکر بالجہر کراتے تھے، شیخ الحدیث فی الدیار الہندیہ صدر المدرسین دار العلوم دیوبند استاذنا و مولانا انور شاہ صاحب کشمیری سے مین نے یہ سنا ہے کہ اس طریقہ سے ذکر کرنے مین کوئی حرج نہین ہے، اور جنھون نے اسکو بدعت کہا ہے غلطی پر ہین،

نیازمند نے ہندوستانی مسلمانون کے نفع کے لیے، قطب العصر و الزمان، سید السادات بقیۃ الکرام البررہ غوث الانام البدر التمام سیدنا و سندنا مولانا الامام سید حبیب العیدروس الحسینی الترنمی الحضرمی نزیل حیدرآباد دکن، متعنا اللہ والمسلمین بطول بقائہ کے اشارہ قدسیہ سے اس کتاب کا اردو مین ترجمہ کیا ہے، اور میری محنت کا اگرچہ یہ کافی صلہ ہے، کہ سید امام کے فرمان کی تعمیل ہوگئی، تاہم جن لوگون کو اس کتاب سے نفع پہنچے، ان سے توقع ہے، کہ اس عاصی و سیاہ کار کی مغفرت کی دعا فرمائین گے، اللہ تعالیٰ ان تمام بزرگون کے طفیل مین جنکے اسمائے گرامی کے لکھنے سے اس ترجمہ مین بندۂ عاجز سعادت اندوز ہوا ہے، مجھ پر رحم فرمائے توفیق خیر عنایت فرمائے، اور میرا حشر ان ہی ابرار و اتقیاء کے ادنی خدام مین کرے، ربنا اغفر لنا ذنوبنا و کفر عنا سیئات اعمالنا و توفنا مع الابرار،

نفسیاتِ شناخت

از

پروفیسر معتضد ولی الرحمن صاحب ایم اے معلم نفسیات جامعۂ عثمانیہ حیدرآباد دکن

کسی محفل یا مجلس مین داخل ہونے کے بعد حاضرین پر ایک متجسس نگاہ ڈالنا افراد انسانی کا خاصہ یا کم از کم ان کی عادت ہے، منجملہ اور غایات کے اسکی ایک غایت یہ ہوا کرتی ہے کہ کوئی ایسا فرد یا افراد معلوم کئے جائین، جنسے واقفیت ہے، فرض کیجئے، کہ ہم اسی طرح کسی محفل مین داخل ہوتے ہین اور (خو) سے لاچار ہو کر تمام حاضرین کی شکلون کا جائزہ لینے کے لیے ان پر نگاہ دوڑاتے ہین، شروع مین جسطرف ہماری نگاہ جاتی ہے، سوائے ناواقفون کے اور کوئی نظر نہین آتا، ہم کو ایک طرح کی مایوسی ہوتی ہے، ان کی شکلین ہمارے لیے کسی قسم کی کوئی دلچسپی نہین رکھتین، لہذا ہم بہت دیر تک ان کی طرف توجہ بھی نہین کرتے، لیکن اسی تلاش مین دور ایک کونے مین ہماری نگاہ، ایک شخص پر جا کر پڑتی ہے، جو ہمارا واقف ہے، اس کی شکل دیکھتے ہی ہم اس کو شناخت کر لیتے ہین، اس کے ساتھ ہی ہماری شعوری حالت مین ایک تغیر واقع ہوتا ہے، ہم کوشش کر کے اس کے پاس جا کر بیٹھ جاتے ہین، اور باتین کرنا شروع کرتے ہین، اس تمام حالت پر غور کیا جائے تو سوال ہوتا ہے، کہ اس "شناخت" کے وقت ہمارے شعور کی کیا حالت تھی؟ دوسرے الفاظ مین یہ کہ شناخت کے عمل مین کون کون سے شعوری اعمال شامل تھے؟

اگر ہم اس وقت کی حالت کو چشم تصور کے سامنے لائین، تو ہم نہایت آسانی سے شناخت کے شعوری اعمال معلوم کر سکتے ہین، سب سے پہلے تو یہ کہ ہم اس محفل مین داخل ہو کر حاضرین کی شکلون کو بغور دیکھتے ہین، پہلے پہلے ہماری نگاہ ان اشخاص پر پڑتی ہے، جنکو ہم ناواقف کہتے ہین، محض اس ناواقفیت کی وجہ سے انکی شکلین ہم پر کوئی خاص اثر نہین کرتین ان کے وجود و عدم کو ہم برابر سمجھتے ہین، ان کی طرف ہم بالکل اعتنا نہین کرتے، لیکن اسی تجسس مین ہماری نگاہ ایک ایسے شخص پر پڑتی ہے جو ہمارا واقف ہے،

اس کو دیکھتے ہی ہمارے شعور مین انقلاب پیدا ہوتا ہے، اس کو دیکھنے سے قبل جو سلسلۂ خیالات ذہن مین تھا وہ یک بیک بدل جاتا ہے، مختلف باتین ہمارے ذہن مین ہجوم کرتی ہین، اسکو دیکھتے ہی پچھلی زندگی کا ایک خاص وقت اور خاص سمان ہماری آنکھون کے سامنے پھر جاتا ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم نے کوئی گم شدہ چیز پالی، یہ ظاہر ہے، کہ اس شخص کے "بصری ادراک" کے بعد ان تمام خیالات و کوائف کا احیاء تلازم کا نتیجہ ہوتا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اس خاص مثال مین "شناختی شعور" کی خصوصیت یہ ہے کہ ایک شخص کے "بصری ارتسام" کے ساتھ خیالات و افکار کی ایک بڑی تعداد شامل ہے، اسی کو اصطلاحی زبان مین یون کہنا چاہئے کہ شناخت کی وجہ سے ایک بہت پیچیدہ یک وقتی "تلازم" صورت پذیر ہوا،

لیکن جس وقت یہ تلازم تشکل پذیر ہوتا ہے ٹھیک اسی وقت ہمارے ذہن مین ایک اور تغیر واقع ہوتا ہے جب ہم اس محفل مین داخل ہوئے تھے اس وقت ہم حالت "بے ہمگی" مین تھے، کوئی خاص خیال ہمارے ذہن مین نہ تھا، اس وقت کی کیفیت حسی بھی خوشگوار تھی اور نہ ناگوار، اس واقف شخص کی شکل دیکھتے ہی ایک خاص قسم کا سکون یا اطمینان یا تسکین محسوس کرتے ہین، اور یہ حالت ایک حد تک خوشگوار ہوتی ہے، دوسرے الفاظ مین ہماری حالت بے ہمگی مبدل بہ خوشگواری ہو جاتی ہے، ہم اس حالت خوشگواری کی مزید تشریح نہین کر سکتے ہم صرف اس قدر کہہ سکتے ہین کہ جب ہم اس واقف شخص کو دیکھتے ہین، تو ہم کو "بے تکلفی" کا سا احساس ہوتا ہے، ہم کو ایسا محسوس ہوتا ہے، کہ ہم اور یہ دونون کسی وقت ساتھ تھے، اس حالت مین صرف خوشگوار تاثر ہی نہین ہوتا، بلکہ اس کے ساتھ ہی مختلف عضوی احساسات کا ایک مجموعہ بھی ہوتا ہے، جو جسم کی حالت سکون و آرام کا نتیجہ ہوتے ہین، اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک خوشگوار کیفیت "شناختی شعور" کی دوسری خصوصیت ہے،

اب ان تمام مذکورہ بالا نتائج کو یکجا کر کے ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہین کہ شناخت کی نفسی کیفیت تین اجزاء کا مجموعہ ہوتی ہے:-

(۱) ارتسام (۲) وہ خیالات و افکار جنکا اس ارتسام کی وجہ سے احیاء ہوتا ہے، اور (۳) بے تکلفی کے

احساس کی جذبی کیفیت، ان تینون کے ملنے سے شناخت پیدا ہوتی ہے،

ہم نے ابھی کہا ہے کہ ایک خاص کو دیکھکر ہمارے ذہن مین مخصوص خیالات کا تلاطم ہوتا ہے، سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان خیالات کے احیا کی علت کیا ہے؟ اس سوال کا جواب دینا ہمارے لیے کچھ دشوار نہین ہم کو معلوم ہے کہ اگر دو یا زائد واقعات "اشیار" یا خیالات، ایک ہی وقت ہمارے تجربے مین آتے ہین، تو ان مین باہم اس قسم کا تعلق قائم ہو جاتا ہے کہ بعد مین کسی وقت ان مین سے ایک کے پیدا ہونے سے باقیون کا بھی احیا ہو جاتا ہے، اس تعلق کو نفسیات کی زبان مین تلازم کہتے ہین، ہم دو آدمیون کو ہمیشہ ایک دوسرے کے ساتھ دیکھتے ہین اگر کسی وقت ان مین سے ایک ہمارے سامنے آئے تو ہم کو فوراً دوسرے کا خیال آجاتا ہے، اس دوسرے شخص کے خیال کا ذہن مین پیدا ہونا نتیجہ ہوتا ہے اس تلازم کا جو ان دونون مین ہمارے لیے پہلے قائم ہو چکا ہے، بعینہٖ یہی صورت شناخت مین ہوتی ہے، ایک خاص کا بصری ارتسام اور مختلف واقعات اور باتین ایک ساتھ ہمارے تجربے مین آتے ہین، لہذا ان مین بھی تلازم قائم ہو جانا یقینی ہے، اور اس تلازم کی وجہ سے جب کبھی اس شخص کا بصری ارتسام پیدا ہوتا ہے، یا عام الفاظ مین یون کہئے کہ جب ہم اسکو دیکھتے ہین، تو معاً وہ تمام واقعات یاد آجاتے ہین جو اس کے متعلق ہین، ان خیالات و واقعات کے احیار کی بدولت ہم اپنے تمام ذہنی تجربے مین اس وقت کے بصری ارتسام کے خاص مقام کی تعیین کر سکتے ہین، اس لحاظ سے ہم ان تمام خیالات کو استعارۃً "مقامی[1] علامت" کہہ سکتے ہین، پہلے ہمنے یہ بھی کہا ہے کہ ہر شناخت کے ساتھ "بے تکلفی" کی سی کیفیت

[1] اگر ہم اپنی آنکھین بند کر لین اور کوئی شخص ہمارے ہاتھ کے دو مختلف مقامات پر کوئی چیز، مثلاً انگلی رکھے، تو ہم کو دو مختلف احساسات کے حاصل ہوتے ہین، اور باوجود اس کے کہ ہماری آنکھین بند ہین، ہم ان کے صحیح مقام کو معلوم کر لیتے ہین، یعنی یہ کہ ہم کو معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ دونون احساسات مختلف مقامات پر پیدا ہو رہے ہین، ان کے مختلف مقامات کو صرف اس طرح معلوم کیا جا سکتا ہے کہ یہ دونون احساسات کسی نہ کسی مختلف ہون، مقامات کا یہ فرق اس وقت بھی معلوم ہو جاتا ہے جب ان دونون مین علی شدت، امتدادیت، یا بقا کے کوئی فرق نہین ہوتا یعنی یہ کہ اس حالت مین بھی ان مین کوئی ایسا فرق ہوتا ہے جسکو ہم محسوس تو کر لیتے ہین لیکن بیان نہین کر سکتے، اسی ناقابل بیان فرق کو پروفیسر لوٹزے نے مقامی علامت کہا ہے،

ہوتی ہے، یہ "بے تکلفی" کی کیفیت اور "یہ مقامی علامت" دونون ملکر مانوسیت کا احساس پیدا کرتے ہین، یہی مانوسیت کا احساس شناخت کی گویا جان ہے، بعض مصنفین تو شناخت اور مانوسیت کے احساس کو ہم معنی سمجھتے ہین، لیکن یہ خیال غلط ہے،

اس تمام بحث کو جدید الفاظ مین اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے:- ہم ایک خاص وقت مین ایک خاص شخص کو دیکھتے ہین اور اس وقت اس کے ماحول کے مطابق اس کے ساتھ سلوک کرتے ہین، مثلاً اگر یہ شخص ہمارا ماتحت بننے والا ہے، تو ہم اس سے اس طرح پیش آتے ہین جیسے کہ ایک افسر ایک ماتحت سے پیش آتا ہے، اگر یہ شخص ہمارا افسر بننے والا ہے، تو ہمارا رویہ بالکل مختلف ہوتا ہے، اگر یہ ہمارا ہمرتبہ و ہمسر بننے والا ہے تو ہمارا سلوک جداگانہ ہوتا ہے، مختصر یہ کہ ہم اس شخص کو دیکھکر اس قسم کی وضع و حالت اختیار کرتے ہین جو اس شخص کے حسب حال ہے، دوسرے الفاظ مین اگر ہم اس کو مہیج کہین، تو ہمارا یہ تمام سلوک و رویہ اس مہیج کا جواب ہے، لیکن ذرا ہی غور کرنے سے روشن ہو جاتا ہے، کہ صرف وہ شخص اس جواب کا مہیج نہین بلکہ اصلی مہیج وہ ماحول ہے، جسمین وہ شخص پایا جاتا ہے، اگر بہت رعایت کیجائے، تو کہا جا سکتا ہے، کہ وہ شخص مع اپنے ماحول کے اصلی مہیج ہے، اگر اس ماحول کو نظر انداز کر دیا جائے، تو اختلاف جواب ناقابل توجیہہ رہ جاتا ہے، اب ہم اسی شخص کو بعد مین کہین اور دیکھتے ہین اس وقت بھی ہمارا سلوک اس کے ساتھ وہی ہوتا ہے جو پہلے موقع پر تھا، لیکن اس مساوات سلوک کے لیے لازمی ہے، کہ ہم اس شخص کی شناخت کرین، کہ یہ پہلے کبھی ہم سے مل چکا ہے، یا بالعکس یون کہیے کہ اس شخص کو شناخت کرنے کا مطلب یہ ہے، کہ اس کو دیکھکر ہماری طرف سے بعینہٖ ویسا ہی جواب ہو، جیسا کہ پہلے موقع پر ہوا تھا، اس شخص کو دیکھکر جو جواب پہلی ملاقات مین ہم نے دیا تھا، اس مین اور اس دوسری ملاقات مین اس کے جواب مین فرق صرف اس قدر ہوتا ہے، کہ پہلے موقع پر مانوسیت کا احساس نہین ہوتا، اور دوسرے موقع پر یہ احساس شامل ہو جاتا ہے،

اس تمام حالت پر ایک دفعہ اور غائر نظر ڈالیے، ہم نے کہا ہے کہ بعد مین ہم اس شخص کو دیکھتے ہین، اور

اس کے ساتھ بعینہٖ ویسا ہی سلوک کرتے ہیں، جیسا کہ گذشتہ موقعہ پر کیا تھا ہم نے اس کو "وہی شخص" کہا ہے، لیکن یہ بات ہر ایک پر روشن ہے کہ اب یہ "وہی شخص" نہیں رہا، اس میں بہت سی تبدیلیاں ہو چکی ہیں، اور کچھ نہیں تو کم از کم اس کا ماحول ہی مختلف ہے، ہم پہلے یہ بھی کہہ چکے ہیں، کہ ہمارا اس کے ساتھ ایک خاص سلوک نتیجہ تھا اس ماحول کا جس میں ہم نے اس کو پایا، لیکن طرفہ تماشا یہ کہ باوصف اس کے کہ اس کا ماحول مختلف ہے، ہمارے سلوک میں کسی قسم کا فرق نہیں پڑتا، یعنی یہ کہ جب ہم اس شخص کی شناخت کر لیتے ہیں، تو اختلافِ ماحول کے ساتھ مساوات سلوک باقی رہتا ہے، یا یوں کہیے کہ سب سے پہلے موقعہ پر تو یہ نتیجہ تھا اس شخص اور اس کے ماحول کا، لیکن اب صرف وہ شخص اسی جواب کا باعث ہو رہا ہے، جواب چونکہ بالضرورت ماحول کے مطابق ہوتا ہے اور اس دوسرے موقعہ پر جواب میں کوئی تغیر واقع نہیں ہوتا، لہٰذا ہم تیقن کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ اس وقت ہم اس شخص کے غیر موجود اصلی ماحول کا جواب دیتے ہیں، اس غیر موجود ماحول کے جواب دینے کا ایک قسم کا تکلیف دہ اور بے آرام کن احساس ہی گویا مانوسیت کا احساس ہے، ہمارے اس بیان کی تصدیق ان حالات سے ہوتی ہے جن میں ہم ایک شخص کو دیکھتے ہیں اور معاً ہمارے دل میں اسکی طرف سے برا خیال پیدا ہوتا ہے، اس برے خیال کی توجیہہ اس کے موجودہ افعال و اقوال سے نہیں ہو سکتی، ہمارے دل میں ایک کرید لگ جاتی ہے، جو بہت تکلیف دہ ہوتی ہے، یعنی یہ کہ ہم میں ایک ایسے ماحول کا جواب دینے کا تکلیف دہ احساس پیدا ہوتا ہے، جو موجود نہیں، ہماری یہ بے چینی اور بے اطمینانی اس وقت تک باقی رہتی ہے، جب تک کہ ہم اس کے ماحول میں کوئی ایسی بات معلوم نہیں کر لیتے جو اس برے خیال کا باعث ہوا ہے، ظاہر ہے، کہ اس قسم کے حالات میں ہماری تمام بے چینی نتیجہ ہوتی ہے اس بات کا کہ ہم اس شخص کے اصلی گذشتہ ماحول کا احیا نہیں کر سکتے جب کسی طریق سے اس ماحول کا احیا کر لیتے ہیں تو یہ تمام بے چینی بھی رفو چکر ہو جاتی ہے، شناخت کی ہر صورت میں ایسا ہی ہوا کرتا ہے، ہم ایک شخص کو دیکھتے ہیں اور ہم کو معلوم ہوتا ہے، یا ہم کو یاد پڑتا ہے کہ وہ ڈاک خانہ میں کلرک ہے، اس خیال کے آتے ہی ہم اس سے ایسا سلوک کرنے کی طرف مائل ہوتے ہیں، جو کلرکوں کے حسب حال

اور شایانِ شان ہے، حالانکہ اس وقت وہ ڈاکخانہ میں موجود نہیں یعنی یہ کہ اس وقت اس میں کوئی بات بھی ایسی نہیں جس سے مترشح ہوتا ہو کہ وہ کلرک ہے، یہاں بھی ہم در اصل ایک غیر موجود ماحول کا جواب دے رہے ہیں۔

مندرجہ بالا تقریر سے یہ واضح ہو جانا چاہیئے کہ مانوسیت کا احساس شناخت کی جان ہے، اور یہ کہ یہ احساس اس وقت پیدا ہوتا ہے، جب وہ چیز جسکی ہم شناخت کر رہے ہیں، اپنے اصلی ماحول میں نہیں بلکہ مختلف ماحول میں ہو، اگر ہم ایک چیز کو ہمیشہ ایک ہی ماحول میں دیکھتے ہیں تو چونکہ اصلی ماحول غیر موجود نہیں ہوتا اسلیئے مانوسیت کا احساس بھی نہیں ہوتا، اور جب مانوسیت کا احساس نہیں تو گویا نخلِ شناخت کی جڑ کٹ گئی، لہٰذا شناخت غائب!! متقدمین کی زبان میں یوں کہیے کہ اس چیز کو دیکھنے سے ہماری ذہن میں خیالات کا احیا نہیں ہوتا اور اس بصری ارتسام کی وجہ سے کوئی یک وقتی تلازم قائم نہیں ہوتا اور اس کے ساتھ ہی شناخت کی وہ مخصوص کیفیت جذبی بھی غائب ہو جاتی ہے یعنی یہ کہ "مقامی علامت" اور اس کے ساتھ "بے تکلفی" کا احساس غائب ہو جاتا ہے، اور یہی دونوں اجزا ہوتے ہیں مانوسیت کے احساس کے، گویا ان کے غائب ہونے سے مانوسیت کا احساس ناپید ہو جاتا ہے، اور مانوسیت کے احساس کے ناپید ہو جانے سے شناخت مردہ ہو جاتی ہے، ہم اپنے لکھنے پڑھنے کی میز اور اپنی کسی مانوس چیز کی شناخت نہیں کرتے، کسی غیر شخص کو اپنے گھر میں دیکھتے ہیں تو شناخت کی ضرورت پڑتی ہے، لیکن ہمارے ماں باپ، بھائی بہن، خود اپنے گھر میں اس قسم کی شناخت کے محتاج نہیں ہوتے، ہمارے تمام مملوکات، جب تک ہمارے قبضہ میں ہیں، اس وقت ہم ان کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے لیکن ان میں سے کوئی چیز اگر غیر کے پاس ہو تو ہم پکار اٹھتے ہیں کہ "یہ تو میری ہے!" ابتداءً جب ہم ان سے بہت زیادہ مانوس نہ تھے، تب شناخت حقیقتِ نفس الامری تھی، لیکن جب مانوسیت حد سے متجاوز ہو گئی، اور اس کا خاتمہ ہو گیا اور ساتھ ہی شناخت بھی رخصت ہوئی اب ان اشیا سے ہمارا علم "بے شناخت" ہو جاتا ہی،

مانوسیت کا اس طرح غائب ہو جانا بظاہر عجیب معلوم ہوتا ہے، لیکن عالم مادی اور عالم روحانی

واقعات جسم اور کیفیات نفس، حیات جسمانی اور حیات ذہنی دونون مین مغائرت اگرچہ عداوت کے درجہ تک پہنچ چکی ہے، تاہم ایک قانون ایسا ہے جوان دونون مین نافذ ہے نفسیات کی زبان مین اسے قانونِ عادت کہتے ہین، ایک کاغذ پر کسی جگہ کوئی شکن پڑجاتی ہو تو وہ کاغذ بعد مین بھی اسی جگہ سے مڑنے اور تہ ہونے کی طرف مائل ہوتا ہے، زمین پر اگر ایک دفعہ پانی گرجائے، تو بعد مین بھی پانی وہی راستہ اختیار کرتا ہے، اگر ہم کو کہین چوٹ لگ جائے، تو بعد مین ہر چوٹ اسی خاص مقام پر لگتی ہے، یہ تمام عالم طبیعی مین قانون عادت کی کارفرمائی کی مثالین ہین، ٹھیک یہی صورت عالم روحانی کی ہے، عاداتِ حرکات کے علاوہ عاداتِ فکر کا کون قائل نہین، عاداتِ فکر نیشِ عقرب کی طرح اجا و بے جا، موقعہ و بے موقعہ ذرا سے بہانے سے ہم کو کہین سے کہین لے جاتی ہین، تیتر کی آواز سنکر بنئے، حجام، قصائی اور صوفی ہین سے ہر ایک کے دل مین مختلف خیالات کا پیدا ہونا عاداتِ فکر کی بہترین اور عام ترین مثال ہے، اس عالمگیر قانونِ عادت کو یا ین الفاظ بیان کر سکتے ہین اگر کسی حرکت کے اعادہ یا کسی نفسی کیفیت کی تکرار سے وہ حرکت، یا نفسی کیفیت یسیر الحصول، مستقل اور صحیح تر ہو جاتی ہے یعنی یہ کہ بعد مین اسکا احیا، آسانی اور صحت کے ساتھ ہو سکتا ہے، محض اعادہ و تکرار کی وجہ سے وہ گویا ہمارے اجسام کا جزو بن جاتی ہے، چنانچہ بعض فلاسفہ نے انسان کو مجموعۂ عادات کہا ہے، ان تمام خصوصیات کیساتھ عادت کی ایک اور خصوصیت یہ ہوتی ہے، کہ یہ غیر شعوری ہوتی ہے، بائیسکل کی سواری جس وقت ہم سیکھنا شروع کرتے ہین، اس وقت ہم کو اپنی حرکت کی طرف توجہ کرنی پڑتی ہے، لیکن سیکھ جانے، یا یون کہیے کہ عادت پڑجانے کے بعد ہم کو اپنی کسی حرکت کا بھی علم نہین ہوتا، چلنے مین ٹانگون کی حرکات تمامتر عادی ہوتی ہین، بھلا غور تو کیجیے، کبھی ہم نے چلنے مین ان حرکات کو معلوم و محسوس کیا ہے؟ ذہنی اعمال مین کون سا عمل ادراک کے مقابلے مین زیادہ شعوری ہو سکتا ہے، لیکن بقول پروفیسر اینجل:-

"ہمارے بیان کی تصدیق اس واقعہ سے ہوتی ہے کہ جن اشیا کا ادراک و استعمال ضروریات کی وجہ سے ہمیشہ ایک ہی ہوتا ہے، ان کا ہم کو شعور نہین ہوتا، ان کی وجہ سے ہمارے تمام رد اعمال

اصولِ عادت کے مطابق ہوتے ہین جس قلم کو ہم ہمیشہ استعمال کرتے ہین اسکی شکل و صورت ہم کو یاد نہین رہتی، لکھنے کی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے ہم اس قلم کو دیکھتے ہین اور فوراً ہمارے ہاتھ مین حرکت ہوتی ہے، اور ہم اس کو اٹھا لیتے ہین" (ماخوذ از نفسیات صفحہ ۱۵۹-۱۷۰)

غرض یہ ہماری شناخت، اور اس کے ذہنی اجزا بھی اس قانون کی گرفت سے باہر نہین، جب شناخت ہمارے لیے عادی ہو جاتی ہے یعنی جب ہم ایک چیز کی اکثر شناخت کرتے ہین، تو اصولِ عادت کے مطابق یہ غیر شعوری ہو جاتی ہے،

لیکن اس سے یہ سمجھنا چاہیئے کہ اس طرح شناخت کے ذہنی اجزا غائب ہو جاتے ہین، یہ دعوی ایسا ہی ہے، جیسے یہ کہنا کہ چلنے مین ٹانگون کی حرکات کا چونکہ ہم کو علم نہین ہوتا، اسلیے وہ حرکات ہوتی ہی نہین، شناخت مین بھی، چلنے کی حرکات کی طرح تمام ذہنی اجزا باقی رہتے ہین، لیکن ان کی طرف توجہ نہین کیجاتی، جو عضوی تغیرات عملی شناخت مین شامل ہوتے ہین وہ بالکل غائب نہین ہو جاتے، وہ موجود رہتے ہین، لیکن بے ضرورت ہونے کی وجہ سے ضعیف اور غیر واضح ہو جاتے ہین، دوسرے الفاظ مین جن اشیا کا علم بے شناخت ہوتا ہے مثلاً اپنے گھر مین اپنے بھائی بہنون کا علم، وہ علم واضح اور قوی شناختی کیفیت اور متلازم خیالات کے واسطے کے بغیر ہوتا ہے،

شناخت کی بہت سی مختلف صورتین ہوتی ہین، اسکی توضیح ایک مثال سے ہوگی، ہم نے شروع ہی مین کہا ہے، کہ ہم محفل مین داخل ہوتے ہی ایک خاص شخص کو پہچان لیتے ہین، اسکو دیکھتے ہی ہمارے ذہن مین گزشتہ واقعات کے ایک حصہ کا احیا ہو جاتا ہے، ہم کو تمام وہ باتین یاد آجاتی ہین، جو ہم نے اس سے کہی تھی، وقت کی تعیین اور تمام وہ کام خیال مین آجاتے ہین، جو ہم دونون نے ملکر کیے تھے یعنی یہ کہ ہم پوری طرح اسکی شناخت کر لیتے ہین، اس قسم کی شناخت معین کہلاتی ہے اسکے مقابلے مین ایک اور صورت شناخت کی یہ ہوتی ہے، کہ اسی محفل مین ہم کسی اور شخص کو دیکھین اور ہم کو خیال آئے، کہ ہم نے اسکو کہین دیکھا ہے، کہان، کس موقعہ پر،

اور کن حالات مین اس کو دیکھا ہے ہم نہین بتا سکتے، اسکو معلوم کرنے کے لیے ہم کو باقاعدہ غور و فکر کرنا پڑتا ہے بہت ممکن ہے کہ بہت سوچنے کے بعد ہم کو یاد آجائے، کہ فلان مقام پر ہماری اسکی ملاقات ہوئی تھی، یہ بھی بعید از امکان نہین کہ ہم باوجود کوشش اور غور و فکر کے، اپنی تلاش مین ناکام، اور یہ معلوم کرنے سے قاصر رہین کہ ہم دونون کہان ملے تھے، اس شخص کو بھی ہم نے پہچان لیا، لیکن صرف اس حد تک کہ ہم نے اسکو کہین دیکھا ہے"

شناخت کی اس صورت اور مقدم الذکر صورت کا مقابلہ کرنے سے ہم کو ان کے فرق کا علم ہو سکتا ہے، پہلی صورت کی شناخت مکمل ہے، اپنے واقف شخص کے تمام گذشتہ احوال و کوائف کا کامل اور مکمل طور پر احیاء کر سکتے ہین، لیکن یہان دوسری صورت مین سوائے مانوسیت کے احساس کے، ہمارے ذہن مین اور کچھ نہین، اس شخص کا نام تو ایک طرف ہم کو یہ بھی یاد نہین آتا، کہ ہم کہان ملے تھے، دوسرے الفاظ مین یہ شناخت پہلی شناخت کے مقابلے مین نامکمل اور غیر واضح ہے، اسی وجہ سے اس کو غیر معین کہتے ہین، اگر اسی حالت مین کسی طرح سے ہم کو اسکا نام معلوم ہو جائے تو ہماری شناخت معین ہو جاتی ہے، کیونکہ ممکن ہے کہ نام کی وجہ سے ہم اس کے گذشتہ حالات کا پتہ لگا لین،

شناخت کی تقسیم ہم نے اوپر کی ہے، اس کا اصول شناخت کی تکمیل ہے، اگر یہ مکمل ہے تو اس کو معین کہتے ہین، اور اگر نامکمل ہے تو غیر معین، یا یون کہیے کہ کسی چیز کو دیکھنے سے جن خیالات کا احیاء ہوتا ہے، اگر وہ معین ہین تو شناخت معین ہے، اور اگر یہ غیر معین ہین تو شناخت غیر معین، لیکن شناخت ایک اور اصول کے مطابق بھی تقسیم کیجا سکتی ہے، اس دوسری تقسیم کا اصول وہ طریقہ ہے جس سے یہ شناخت پیدا ہوتی ہے، اس اصول پر اسکی دو قسمین نکلتی ہین، اول بلاواسطہ اور دوم بالواسطہ[1]، اس کو بلاواسطہ اس وقت کہتے ہین، جب کسی چیز کو دیکھکر جو خیالات ہمارے ذہن مین آتے ہین، وہ فوراً بغیر کسی واسطے کے پیدا ہون، اور شناختی کیفیت فوراً بلا توقف ظاہر ہو جائے، بالواسطہ اس وقت ہوتی ہے، جب ان خیالات کے احیاء کے لیے ہم کو بعض اور متلازم خیالات کی ضرورت

[1] پروفیسر میکڈوگل نے ان کو علی الترتیب صریحی اور ضمنی شناخت کہا ہے (خاکۂ نفسیات صفحہ ۲۰۰)

پڑتی ہے، محفل مین داخل ہوتے ہی ہم نے اپنے دوست کو دیکھا اور پہچان لیا، یہ بلاواسطہ شناخت ہے، اسلیے کہ اسکو دیکھتے ہی ہمارے دل مین خیالات کا ایک تلاطم ہوا، اور شناختی کیفیت پیدا ہو گئی، لیکن ایک شخص ہمارے پاس آتا ہے اور بڑے تپاک سے ملتا ہے، ہم متحیر ہو کر اس کا منہ تکتے ہین، اور بعد معذرت کہتے ہین کہ "مین نے آپکو پہچانا نہین" وہ جواب دیتا ہے کہ "اسکول مین ایک شخص صفا آپ کا ہم جماعت تھا کیا آپ بھول گئے؟" ہم غور کرتے ہین تو اس نام کا کوئی ہم جماعت یاد نہین آتا، اس سے پھر کہتے ہین کہ "حضرت معاف کیجیگا مین نے اب بھی نہ پہچانا" وہ کہتا ہے "آپ رحیم بخش کو جانتے ہین جو لاہور کے اسلامیہ اسکول کی مٹریکولیشن کلاس مین آپ کے پاس بیٹھا کرتا تھا؟ ایک دفعہ ہم دونون ملکر راوی کی سیر کرنے گئے تھے، گرمیون کے دن تھے، واپسی مین دھوپ کی تیزی سے بچنے کے لیے ایک گوالے کے ناخواندہ مہمان ہوئے تھے، وغیرہ ذلک" یہ سنتے ہی ہم اٹھ کھڑے ہوتے ہین، بغل گیر ہوتے ہین اور بیٹھ کر "عہد پیری شباب کی باتین" کرکے دل خوش کرتے ہین، اب وہ اجنبیت رفوچکر ہو جاتی ہے، اور "تکلف برطرف" ہم دونون بے تکلف دوستون کی طرح ملتے ہین اور آئندہ ملاقات کے وعدون پر صحبت ختم ہو جاتی ہے، اس مثال مین اس شخص کو دیکھکر پہلے تو ہم نے پہچانا ہی نہین، لیکن بعد مین جب اس نے اپنے اور ہمارے تعلقات اور کچھ مشترک واقعات بیان کیے تو خیال آیا کہ واقعی ہم ہمجماعت تھے، یہ صورت بالواسطہ شناخت کی ہے، بعد مین شناختی کیفیت پیدا تو ہوئی، لیکن بعض متلازم واقعات و حالات کے واسطے سے، اگر وہ شخص ان تمام واقعات کو نہ دہراتا، تو یہ شناخت کبھی پیدا نہ ہوتی، اور ہم اس شخص کو اجنبی اور ناواقف سمجھکر اسکی طرف ملتفت ہی نہ ہوتے، ان تمام کو سنتے ہی ان تمام خیالات کا احیاء ہو جاتا ہے، جنسے مانوسیت کا احساس اور شناختی کیفیت پیدا ہوتی ہے، اور شناخت اس طرح مکمل و معین ہو جاتی ہے

—— o ——

گلبرگہ شریف

اور

اوس کا نواح

از

جناب تمکین صاحب کاظمی، حیدرآباد دکن

(۲)

ہفت گنبد، یہ لحاظ عمارت وعظمت وشان دکن کی منتخب عمارات سے ہین یہ ایک ہی سلسلہ میں سات گنبد آبادی شہر سے متصل ہین گو قلعہ سے ایک میل کا فاصلہ ہے سب گنبدون کا چبوترہ ایک ہی تھا مگر بعد مین چبوترے کو کاٹ کر بیچ مین سے ایک راستہ شرقاً وغرباً بنا دیا گیا ہے اسوقت دو جڑوان گنبد شمالی چبوترے پر اور پانچ جنوبی چبوترے پر واقع ہین جنوبی چبوترہ طول مین شرقاً وغرباً ۶۰۰ فٹ اور عرض مین شمالاً جنوباً ۱۲۷ فٹ ہے، چونکہ یہ گنبد درگاہ حضرت خواجہ بندہ نوازؒ کے تالاب کے مغربی کنٹے پر واقع ہین، اس لیئے چبوترہ تالاب کی طرف ۲۵ فٹ اور جانب غرب ۵ فٹ بلند ہے،

گنبد نمبر (۱) یہ گنبد جنوبی چبوترے پر مغربی جانب واقع ہے اسکی دیوار کا طول ۶۰ فٹ اور دور ۲۴۰ فٹ ہے چبوترے سے کلس تک ۸۰ فٹ بلند ہے، تین دروازے ہین مغرب کی طرف کوئی دروازہ

نہین ہے اور نہ کوئی گنبد ہی ہے، چھت پر اندر کلام اللہ کی سورتین اور نقش ونگار ہین اس مین پانچ مزار ہین، یہ گنبد روح پرور آغا نے مجاہد شاہ کی قبر پر بنوایا ہے اور اسمین خود روح پرور آغا اور زوجہ مجاہد شاہ بھی دفن ہین اور دو مردانہ مزار کن کے ہین معلوم نہو سکا، یہ گنبد ۷۷۹ھ / ۱۳۷۷ء کے بعد تعمیر ہوا ہے،

گنبد (نمبر ۲) یہ گنبد پہلے گنبد کے مشرق مین واقع ہے اور عرض وطول وبلندی وغیرہ مین پہلے گنبد کے مساوی ہے، اندر ایک قبر محمد سنجر بن داؤد شاہ کی ہے جسے روح پرور آغا نے تیرہ سال کی عمر مین مکحول کر کے قتل کرایا،

گنبد نمبر (۳) یہ گنبد دوسرے گنبد کے مشرقی دروازے سے ملا ہوا ہے، اور بالکل دوسرے اور پہلے گنبد کی وضع قطع کا ہے، اس مین داؤد شاہ جسے روح پرور آغا نے غرہ محرم ۸۰۰ھ / ۱۳۹۷ء کو جامع مسجد شاہ بازار مین قتل کرایا دفن ہے اور اُس کی تین بیویان بھی،

گنبد نمبر (۴) یہ گنبد تیسرے گنبد سے ۱۴۳ فٹ کے فاصلہ پر شرق کی طرف واقع ہے یہ جڑوان گنبد ہین یعنی نمبر ۴ اور ۵ ملے ہوے ہین، دونون گنبد بہترین ساخت کے ہین ان کا طول اور عرض ۷۵ فیٹ ہے بلندی بھی ۷۵ فٹ ہی ہے اُن کی بیرونی دیوارون پر پانچ پانچ عظیم الشان محرابین بنی ہوئی ہین، شمالی اور جنوبی رُخ پر بیچ کی محرابون مین دروازے ہین ان کے اوپر چوطرفہ اور پانچ پانچ محراب ہین جن سے رفعت دوبالا ہو گئی ہے، بالائی گنبدون پر خوبصورت کنگلے اور چھوٹی بُرجیان ہین، اسکے وسط مین سلطان فیروز شاہ بہمنی المتوفی ۸۲۵ھ دفن ہے، یہ گنبد اُس نے اپنی زندگی ہی مین بنوایا تھا۔ یہ بالکل سادہ اور بغائت خوشنما ہے،

گنبد نمبر (۵) اس گنبد مین نقش ونگار ہین اندر چارون طرف تین تین محراب ہین اور اُن مین سنگین جالیان ہین جو پتھر ہی مین کھودی گئی ہین، محرابون کے اوپر ایک فٹ چوڑی بیل پتھر مین تراشی گئی ہے، اس مین آیۃ الکرسی، قل ہو اللہ، سورۂ اخلاص وغیرہ منقوش ہین، گنبد مین کوئی قبر نہین ہے ممکن ہے کہ مزارات یہان

مگر تعویذیں نکال دی گئی ہین،

گنبد نمبر (۶)، شمالی چبوترے پر واقع (۶۰) مربع اور اسی قدر بلند ہے' اندر سنگ سیلو کا فرش ہے چند سال قبل تین مزار شکستہ نظر آتے تھے' مگر اب اُن کے تعویذ بھی غائب ہین،

گنبد نمبر (۷)، گنبد سابقہ سے (۱۸) فٹ کے فاصلہ پر جانب غرب واقع ہے' سابقہ گنبد کے برابر عریض وطویل ہے' اسمین سلطان غیاث الدین بہمنی کا مزار ہے،

یہ سات گنبد وہ ہین جو چبوترے پر واقع ہین' نیچے اور دو گنبد ہین، ایک گنبد' گنبد نمبر (۵) کے جنوبی دروازے کے محاذی ہے' یہ (۴۸) فٹ مربع اور اتنا ہی اونچا گنبد ہے' اس مین بھی تین دروازے ہین' دوسرا گنبد جنوبی چبوترے کے نیچے تالاب کے کنارے گنبد نمبر (۵) کے مشرقی جانب پچاس فٹ ہٹ کر واقع ہے جو سابقہ گنبد کے عرض وطول کا ہے اور اسمین دو مزار زنانہ ہین،

چور گنبد ۔ یہ گنبد عیدگاہ قدیم کے شمال مغرب مین ایک اونچے ٹیلہ پر واقع ہے جو بہت دور سے نظر آتا ہے' اسکے چارون طرف سنگین فرش دور تک پھیلا ہوا ہے' گلبرگہ کے موجودہ گنبدون مین بہترین گنبد ہے' اوپر جانے کے لیے اندر سے دو طرفہ سیڑھیان بنی ہوئی ہین اور ایک چور راستہ بھی ہے جو پھر کر سیڑھیون پر نکلتا ہے' اس مین ذرا اندھیرا رہتا ہے' کہا جاتا ہے، کہ قلعہ سے اس مین چور راستہ تھا اس لیے چور گنبد مشہور ہوا' بعض لوگ کہتے ہین کہ آبادی سے فاصلہ پر ہونے کی وجہ سے اسمین چور رہا کرتے تھے اس لیے چور گنبد نام مشہور ہوا' سنا گیا ہے کہ اس مین مزار تھے' جن کے تعویذ نکال دیے گئے، اوپر چڑھنے کے بعد دور دور کا منظر پیش نظر رہتا ہے' اندر سنگ سیلو کا فرش ہے' اسمین ایک صفت یہ بھی ہے کہ اندر ہزار ہا قسم کے دستخط نام اور قطعات نظر آتے ہین جو زائرین کی جدت اور ادبیت کے گواہ ہین' چند سال قبل سررشتۂ آثار قدیمہ نے ([illegible]) کے صرف سے درست کرائی ہے،

گنبد سلطان علاؤ الدین حسن بہمنی ۔ قربان تالاب کے مغرب مین بانی خاندان بہمنیہ سلطان علاء الدین حسن کا

گنبد ہے جو ۳۰ فٹ مربع اور اتنا ہی بلند ہے' اُسکے بھی تین دروازے ہین' گنبد کی چھت مین کارکاشی کی اینٹین لگی ہوئی ہین' چینی کے کام کے نشانات بھی موجود ہین' اس مین تین مزار ہین' علاء الدین کی قبر سنگ سیاہ کی نہایت ہی خوشنما ہے جسکے پہلو مین ملکہ جہان (المتوفیہ ۷۶۳ھ / ۱۳۶۱ء) آسودہ ہے' تیسری نہ جانے کس کی ہے' یہ مقبرہ محمد شاہ بہمنی نے بنوایا تھا،

گنبد سلطان محمد شاہ بہمنی، علاء الدین کے گنبد کے مغرب مین سو گز کے فاصلہ پر اسی وضع کا ایک بہترین گنبد ہے' جو ایک مربع چبوترے پر (۴۰) فٹ مربع اور اسیقدر بلند ہے' تین دروازے ہین' چھت مین گلکاری اور رنگین کام کیا ہوا ہے' اس مین محمد شاہ بہمنی (المتوفی ۷۷۶ھ / ۱۳۷۴ء) اور اُسکے پہلو مین ملکہ جہان بادشاہ بیگم (دختر صدر اعظم ملک سیف الدین غوری) مدفون ہین' تعویذ علیحدہ کونے مین پڑے ہوئے ہین،

گنبد کے مغربی سمت ایک مسجد تھی اور سامنے قبرستان' مگر اب نہ تو مسجد ہی کے آثار باقی ہین نہ قبرین ہی صحیح وسلامت ہین' مٹی اور پتھر کے ڈھیر البتہ نظر آتے ہین' ان دونون گنبدون کے اطراف مین کاشت ہوتی ہے' علاء الدین نے کسان کی حیثیت سے ترقی کی اور مر کر بھی اسی جگہ دفن ہوا' جہان کسان ہی بارہ مہینے اسکے گنبد کا طواف کرتے ہین،

گنبد قلندر خان ۔ یہ رفیع الشان گنبد' بہمنی پورہ اور گورنمنٹ ہاؤس کے درمیان واقع ہے اس مین سید قلندر حسینی قلندر خان طرفدار گلبرگہ اور اُن کے قرابتدار مدفون ہین' سامنے قبرستان ہے جسکو ایک چہار دیواری گھیرے ہوئے ہے' ان کا خاندان دکن مین ابتک ممتاز ہے' جاگیردار ملکھیڑ انھین مین سے ہین' گنبد بہت محفوظ حالت مین ہے اور انھین کے خاندان کی نگرانی مین ہے،

گنبد چاند سلطانہ، درگاہ حضرت بندہ نوازؒ کے جنوب مشرقی گوشہ مین علی عادل شاہ بیجاپوری کی بہادر بیوی چاند بی بی کا گنبد ہے' اس کے مینار اور ستون سنگ خارا اور گچ سے بنائے گئے ہین' تعمیری نقطۂ نظر سے یہ گنبد بہترین اور سب سے زیادہ عمدہ ہے،

گنبد شیدی عنبر، احاطۂ درگاہ حضرت بندہ نواز کے باہر ایک گنبد شیدی عنبر کا بنا ہوا ہے، یہ گنبد شیدی عنبر نے مرتضیٰ نظام شاہ والی احمد نگر کے عہد مین جبکہ وہ مختار سلطنت تھے بنوایا تھا مگر یہ مدفن نہو سکا، خلد آباد مین مزار بنا، اس گنبد کے دروازہ پر ایک کتبہ بخط نسخ سنگ سیاہ پر کندہ ہے اور جابجا منقش ہے کتبہ

چہ خوش دیدہ گنبد بنا کردہ عنبر
([illegible])

شیخ کا گنبد، محلہ شاہ بازار کے غربی جانب حضرت شیخ سراج الدین جنیدی قدس سرہ کا عالیشان گنبد ہے، یہ گنبد نہایت ہی خوبصورت ہے، روضہ کا عالیشان دروازہ قابل دید ہے جس کے طویل منار بہت ہی خوبصورت ہین، یہ منار یوسف عادل شاہ والی بیجاپور نے بنوائے تھے،

خواجہ کا گنبد، محلہ روضۂ منورہ بزرگ مین حضرت خواجہ بندہ نوازؒ کا عالیشان گنبد ہے، یہ گنبد ان کے انتقال کے بعد ۸۲۵ھ سے بننے لگا، اسکی تعمیر احمد شاہ بہمنی نے شروع کی اور علاء الدین بن احمد شاہ نے ختم کی صرف سات سال مین گنبد کی اندرونی استرکاری ختم ہوئی ہے، ابراہیم قطب شاہ نے بیرونی استرکاری کرائی محمود عادل شاہ نے [illegible]ھ مین انکے گنبد کا کلس نکلوا کر انکے صاحبزادے سید محمد اکبر حسینی کے گنبد پر چڑھا دیا اور ان کے گنبد پر نیا کلس لگا دیا، افضل خان سپہ سالار بیجاپور نے پائین مین ایک بڑی کمان اور مسجد اور سرائے بنائی، شہنشاہ عالمگیر نے [illegible]ھ مین اندرون احاطۂ درگاہ ایک مسجد اور مدرسہ بنوایا، گنبد کے بیچون بیچ مین حضرت کا عظیم الشان طویل مزار ہے جسکے اطراف مین جالی لگی ہے، پیشانی پر یہ شعر کندہ ہین ؎

نقرہ این باب و جالی جلوہ‌ائے طلا	شد بنا از سید اللہ حسینی با نیاز
فیض ہم تاریخ باب آن ولی الحق نوشت	باب جنت ہست باب درگہ بندہ نوازؒ

کتبہ

نیست کعبہ دو کن جز درگہ گیسو دراز	بادشاہ دین و دنیا نام او بندہ نوازؒ

قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم المومنون لا یموتون بل ینقلبون من دار الفناء الی دار البقاء ومن جوار الشیطان الی جوار الرحمن ومن جوار الغرور الی دار السرور

چاندی کے کٹھرے پر یہ کندہ ہے،

"والذین آمنو وعملوا الصلحت فی روضات الجنات"

درگاہ شریف کے دروازے پر:

"لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ فاطمہ حسن حسین سبط رسول اللہ"

چوکھٹ پر نچلے حصہ مین کندہ ہے:

محمد رسول اللہ ھو الذی ارسلہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہٗ علی الدین کلہ وکفیٰ باللہ شہیداً والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم ترٰھم رکعاً سجداً یبتغون من فضل اللہ و رضواناً،

حضرت خواجہ کے مزار کے داہنے جانب آپ کے فرزند سید شاہ اصغر حسینی اور بائین جانب سید شاہ صفی اللہ حسینی مدفون ہین،

گنبد اکبر حسینی، حضرت بندہ نواز کے گنبد کے محاذی ایک گنبد حضرت کے صاحبزادے سید شاہ محمد اکبر حسینی اور اُن کی بیوی کا ہے، اور ایک دو چھوٹے گنبد بھی ہین جو قابل ذکر نہین،

گنبد حضرت قبول اللہ حسینی حضرت خواجہ کے گنبد کے بازو دوسری چہار دیواری مین حضرت کے پوتے سید اصغر حسینی کے فرزند شاہ قبول اللہ حسینی کا عالیشان گنبد ہے، یہ گنبد حضرت خواجہ کے گنبد سے کسی قدر چھوٹا ہے گنبد کے اندر درگاہ کے چاندی کے کٹھرے پر نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيبٌ در غریب نواز [illegible]ھ کندہ ہے، یہ دونون گنبد گلبرگہ سے بارہ چودہ میل کے فاصلے سے بھی نظر آتے ہین، خاصکر حضرت خواجہ کا گنبد مبارک،

مرزا اسمعیل مخؒ، اسمٰعیل مخ وہ شخص ہے جس نے ایران صدہ کو لیکر محمد تغلق سے بغاوت کی اور دکن

مین اسلامی سلطنت کی بنا ڈالی، ۷۴۶ھ/۱۳۴۶ء مین دولت آباد مین نصیر الدین شاہ کے لقب سے سلطنت شروع کی، مگر حسن بہمنی کے تیور دیکھ کر چند ہی مہینون کے بعد ۷۴۸ھ/۱۳۴۷ء مین حسن کو تخت نشین کر کے خود علیحدہ ہوگیا، حسن بہمنی نے اس کو امیر الامرا اور سپہ سالار لشکر کیا مگر ۷۴۹ھ/۱۳۴۸ء مین بالزام سازش قتل کرایا، اسمٰعیل مخ اور اسکی بیوی کا مزار علاء الدین حسن کے گنبد کے قریب فران تالاب کے بھنڈار پر واقع ہے، قبور مصفا اور سنگ سیاہ کی مین،

مزار ملک سیف الدین غوری، سلطان حسن کے گنبد کے شرقی دروازے کے محاذی ایک پختہ چبوترے پر صدر اعظم ملک سیف الدین غوری کا مزار سنگین واقع ہے، ملک موصوف نے ایک سو سات سال کی عمر مین ۲۲ رجب ۷۹۹ھ/۱۳۹۶ء کو انتقال کیا،

مزار شاہ ضیاء الدین، سلطان محمد بہمنی کے گنبد کے مغرب مین ایک چبوترے پر شاہ ضیاء الدین قتال شہید اور اُن کی والدہ اور بھائی کے مزار ہین، شاہ صاحب ۷۳۹ھ/۱۳۳۸ء مین بعہد رائے بھیرن والی گلبرگہ شہید ہوے تھے،

مزار سلطان محمود شاہ بہمنی، شاہ صاحب کے چبوترے کے جنوب مین ایک چبوترے پر سلطان محمود بن سلطان حسن کا سیاہ سنگین مزار ہے جس نے ۷۹۹ھ/۱۳۹۶ء مین وفات پائی،

مزار صدر الشریف، جامع مسجد شاہ بازار کے عقب مین ایک خانہ کی ویران مسجد کے شمالی گوشے مین ایک چبوترے پر صدر الشریف سمرقندی اور مولانا سید احمد غزنوی کے پختہ اور سنگین مزار ہین، عہد حسن بہمنی مین مولانا سمرقندی صدر الصدور اور مولانا غزنوی مفتی تھے،

مزار فضل اللہ انجو، ہفت گنبد کے پاس چبوترے کے پیچھے دوسرے گنبد کے چبوترے پر سید فضل اللہ انجو شیرازی استاد فیروز شاہ وکیل سلطنت نائب ملک اور اُن کے فرزند میر شمس الدین انجو کے مزار ہین،

مزار سید شاہ حسام الدین، قلعہ کی شرقی خندق اور محبس کے درمیان تالاب جگت کے کنٹھے پر حضرت سید شاہ حسام الدین حسینی تیغ برہنہ (م ۸۶۷ھ) کا مزار شریف ایک چوکھنڈی مین ہے جس کے

اطراف مین اور مزار بھی ہین،

مزار حضرت سعد زنجانی، پرانی عید گاہ کے شمال مین ایک چبوترے پر حضرت شیخ سعد زنجانی (م ۷۹۰ھ) کا مزار ہے،

مزار حضرت انصاری، آصف گنج مین زنگین مسجد کے قریب حضرت شیخ منہاج الدین تمیمی الانصاری (م ۷۸۳ھ) کا مزار ہے،

مزار حضرت رکن الدین تولہ، گلبرگہ سے چار میل کے فاصلہ پر جانب مغرب ایک بلند پہاڑی پر انکا مزار واقع ہے، وہ مجذوب تھے، اور رکن الدین تولہ (م ۸۳۰ھ) اسم گرامی تھا،

مزار لنگوٹ بند، کوتوال تالاب کے پاس حضرت شاہ بہاء الدین لنگوٹ بند کا مزار ہے جو پانچ گنبد پچیس کلس کے نام سے مشہور ہے، اسپر ایک مختصر سا گنبد بھی ہے،

مزار حضرت حافظ، شیخ ضیاء الدین قتال شہید کے چبوترے کے نیچے ایک سنگین حجرے مین ایک مزار چند آڑے ترچھے پتھرون کا ملا کر بنایا گیا ہے، جو حضرت مولانا حافظ کا مزار ہے،

مزار مولانا قدر، گلبرگہ سے دو میل کے فاصلہ پر جانب شمال سلطان پور کے دروازے کے پاس حضرت مولانا حافظ کے بھائی مولانا قدر کا مزار ہے،

مزار اختیار الدین، محلہ شاہ بازار مین حضرت مولانا حافظ کے اور ایک بھائی مولانا اختیار الدین کا مزار ہے،

مزار کمال گریان، سلطان پور کے پاس ان کا مزار ہے، چونکہ ہمیشہ روتے رہتے تھے، اس لیے گریان لقب مشہور ہوگیا،

مزار خونزہ سلطانہ، یہ سلطان محمود بہمنی کی صاحبزادی تھین بڑی عابدہ اور صالحہ تھین شمس العشاق عرف میران حسینی سے بیاہی گئین، گلبرگہ سے دو میل شمال کی جانب درختون کے جھنڈ مین انکی چوکھنڈی ہے

مزار پیر بنگڑی - جیش بازار کے پاس قلعہ کی سڑک پر ان کا مزار ہے، یہ سدا سہاگ فقیر تھے،

مزار چمن شاہ ڈٹکے کے درخت کے پاس ان کا مزار ہے، ان کا اسم گرامی سید شاہ صدرالدین تھا، حضرت بندہ نوازؒ کے ہمعصر تھے، سارا گلبرگہ اولیاء و مشائخین کے مزارات سے بھرا پڑا ہے، انشاء اللہ اولیائے گلبرگہ کے تحت ہم سب کے تفصیلی حالات قلمبند کرینگے،

مزار حضرت جہانگیر مسجد قلعہ کے محاذی ایک چوکھنڈی مین حضرت جہانگیر قادری (۸۱۴ھ) کا مزار ہے جسکے سرہانے سنگ سیاہ پر بخط ثلث ایک کتبہ جڑا ہوا ہے، کتبہ

کل من علیھا فان

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

وھو العلی العظیم، ھذا قبر مبارک المغفور المرحوم حاجی

محمود بن حاجی حسین لاھیجانی سنہ اربع عشر وثمانمائۃ (۸۱۴ھ م

۱۴۱۱ء)

معلوم نہین کہ یہ کہان کے مزار کا ہے اور یہان کس نے لاکر لگا دیا،

ہولکنڈہ کے ہفت گنبد گلبرگہ سے (۲۲) میل کے فاصلہ پر تاونڈگی (مستقر ضلع یادگاہ) کے پاس ہولکنڈہ نامی اسٹیٹ روضۂ بزرگ کا ایک موضع ہے جسمین گلبرگہ کے ہفت گنبد کے برابر سات عظیم الشان گنبد ہیں، بیچ مین محمود مشائخ کا گنبد ہے جو خواجہؒ کے ہمعصر تھے، اسکے شرقی جانب سید اسمعیل راجو خان مشائخ کے پروتے کا اور اسکے محاذی سید جلال الدین کا گنبد ہے، اس گنبد کے مغرب مین حمید الدین خیر خان کا گنبد اور اسکے بازو مین سید اعظم خان کا گنبد ہے، جس کے پیچھے شہزادہ انو خان کا گنبد ہے، یہ لوگ حضرت محمود مشائخؒ کے اعزہ سے ہین،

احاطہ کے باہر ایک جالی دار چوکھنڈی مین سید تاج الدین صاحب کا مزار ہے جو

مشائخ صاحب کے والد ہین، اُن کے پہلو مین ۲۴ منقش سنگی ستونون پر سید نصیر الدین دارو غہ کا گنبد ہے جو نہایت ہی عمدہ اور بغایت حسین ہے،

یہ گنبد بہترین اور عہد بہمنیہ کی طرز تعمیر کے عمدہ نمونے ہین، تمام گنبدون کی چوکھٹین سنگین اور نقش و نگار سے مزین ہین اور سب سنگ موسے مین ترشے ہوے بے جوڑ ہین، تمام گنبد مضبوط اور مستحکم حالت مین ہین،

صرف گلبرگہ اور اس کے نواح کے حالات نے اس قدر طوالت اختیار کی، انشاء اللہ گلبرگہ کے مضافات کی تفصیل علحدہ قلمبند کی جائیگی،

ماخذ

ضمیمہ رپورٹ سررشتہ آثار قدیمہ سرکار عالی بابت ۱۳۳۱-۱۳۳۲ف مرتبہ مولوی سید علی اصغر بلگرامی،

تاریخ دکن مولفہ مولوی عبد الجبار خان آصفی ملکاپوری ثم الحیدر آبادی،

کتبات = مرتبہ نواب فرامرز جنگ بہادر،

تاریخ دکن مؤلفہ مولوی سید علی بلگرامی،

تاریخ بیجانگر حصہ سوم مولفہ مولوی بشیر الدین احمد دہلوی تعلقدار وظیفہ یاب سرکار عالی،

نیو امپیریل سیریز آف آرکیولاجیکل سروے آف انڈیا مرتبہ ہنری کزنس ۱۸۹۹ء

علم الاطراف

از

شمس العلماء خان بہادر ڈاکٹر ہدایت حسین صاحب پی، ایچ، ڈی،

مولانا ہدایت حسین صاحب کا نام علمی دنیا مین محتاجِ تعارف نہین، خود ناظرینِ معارف اس تذکرہ سے جو بوہار لائبریری کی عربی کتابون کی فہرست کے سلسلہ مین شائع ہوئی تھی مولانا کے وسعتِ علم سے واقف ہو چکے ہونگے، اس وقت مولانا متعدد اہم فرائض انجام دے رہے ہین، ان مین ماثر رحیمی کی ترتیب اور بنگال ایشیاٹک سوسائٹی کے شعبۂ لسانیات کی نظامت بھی ہے، مندرجہ ذیل مضمون مولانا نے اسی سوسائٹی کے رسالہ مین شائع کیا تھا اور اس مضمون کی ایک خاص کاپی ہمارے پاس بھی روانہ کی تھی، علم الاطراف پر آج تک کوئی مضمون اردو مین شائع نہین ہوا ہے اس لیے امید کہ یہ ترجمہ یقیناً دلچسپی سے پڑھا جائے گا،

"معارف"

مسلمانون نے احادیث کے جمع کرنے مین سخت کوشش کی ہے اور اس سلسلہ مین ادن کو رُواۃ کی تلاش مین دور دراز ممالک کا سفر بھی کرنا پڑا ہے، کسی راوی کے بیان کو قبول کرنے سے پہلے اس کے زہد و اتقاء اور مذہبیت کی تحقیقات کیجاتی تھی، اور اگر اس کے اخلاق یا صداقت کے متعلق ذرا بھی شبہہ پیدا ہو جاتا تو اسے غیر مستند کہکر رد کر دیا جاتا، چنانچہ محدثینِ اسلام اسناد کا اس قدر خیال رکھتے کہ سلسلۂ رُواۃ کی اگر ایک کڑی بھی مشتبہہ نظر آتی تھی تو پوری حدیث غیر مستند سمجھ کر رد کر دیجاتی تھی، علامہ سبکی، طبقات الکبریٰ مین لکھتے ہین کہ سفیان الثوریؒ کا قول ہے

کہ "اسناد حدیث کا زیور ہے اور جو شخص اسکی طرف توجہ کرتا ہے خوش قسمت ہے" انہی کا قول ہے کہ "اسناد اسلام کا ہتھیار ہے" عبداللہ بن مبارکؒ (المتوفی ۱۸۱ھ) کہتے ہین کہ "علم الاسناد مذہب کا جز ہے" ایک اور بزرگ کا قول ہے کہ "علمائے اولین علم الاسناد کو ضروری سمجھتے تھے اور ہر محدث کو اسناد یاد رکھنے پڑتے تھے" اسی علم کے ذریعہ ایک شخص کے تبحر کا امتحان لیا جاتا تھا،

امام بخاریؒ (المتوفی ۲۵۶ھ) جو فلکِ حدیث کے آفتاب ہین، ایک مرتبہ بغداد تشریف لے گئے، وہان کے محدثین نے امتحاناً ان سے متعدد احادیث کے متعلق سوال کیا اور اس سلسلہ مین انھون نے سلسلۂ رُواۃ کو بدل دیا، امام صاحب نے فوراً اس غلطی کو بتا کر صحیح سلسلۂ رُواۃ بیان کر دیا، چنانچہ محدثینِ بغداد نے ان کو سب سے بڑا محدث تسلیم کر لیا، اسناد کے ذریعہ ایک حدیث کی صحت کے متعلق فیصلہ کیا جا سکتا ہے، تاہم ایک مستند کتاب مین کسی خاص حدیث اور اس کے اسناد کی تلاش ایک اہم و مشکل کام ہے کتبِ احادیث مین احادیث کی ترتیب کسی اصول پر نہین ہے، ایک حدیث جو ایک خاص باب مین موجود ہے، وہی حدیث دوسرے ایک متضاد باب مین بھی ہوتی ہے، بڑے بڑے محدثین کو بھی یہ مشکلات پیش آئی ہین، حضرت امام مسلمؒ (المتوفی ۲۶۱ھ) کی موت کا واقعہ اس دعوی کا مبین ثبوت ہے،

کسی خاص باب کے ماتحت کسی خاص حدیث کی تلاش کی تکلیف سے بچنے کے لیے علماء نے علم الاطراف ایجاد کیا ہے، اس علم کے ذریعہ اگر ہم کو حدیث کا کوئی ٹکڑہ یاد ہے تو اس پوری حدیث کی جگہ ہی معلوم نہین کر سکتے ہین بلکہ یہ بھی پتہ چل جاتا ہے کہ وہ حدیث کن کن ابواب کے ماتحت لکھی گئی ہے، سب سے پہلے دو آدمیون نے اسکی طرف توجہ کی،

۱- الحافظ ابو مسعود ابراہیم بن محمد بن عبید الدمشقی (المتوفی ۴۰۱ھ)

۲- الحافظ ابو محمد خلف بن محمد بن علی بن حمدون الواسطی (المتوفی ۴۰۱ھ) ان دونون نے صرف صحیحین (مسلم و بخاری) کے اطراف مرتب کئے، اور ان کو اطراف الصحیحین کے نام سے یاد کیا جاتا ہے،

حاجی خلیفہ کا بیان ہے کہ ترتیب و صحت کے لحاظ سے موخر الذکر بزرگ کی تصنیف بہتر ہے، اس موخر الذکر تصنیف کے دو نسخون کا جنمین ایک چار جلدون مین اور دوسرا تین جلدون مین ہے، قاہرہ کی فہرست کتب مین تذکرہ ہے، یہ دونون نسخے خاصے قدیم ہین، ان مین سے ایک سنہ [illegible] اور دوسرا سنہ ۶۳۹ھ کا ہے، حاجی خلیفہ نے دو اطراف کا اور ذکر کیا ہے جو اطراف الصحیحین ہی کے نام سے مشہور ہین، ان مین سے ایک کے مصنف الحافظ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ الاصفہانی (المتوفی سنہ ۴۳۰ھ) اور دوسرے کے الحافظ احمد بن علی بن حجر العسقلانی (المتوفی سنہ ۸۵۲ھ) ہین،

ابو محمد خلف کی تصنیف کے بعد دوسری مستند کتب احادیث کے اطراف کی ضرورت محسوس ہوگئی، چنانچہ الحافظ ابو الفضل محمد بن طاہر بن علی المقدسی القیسری (المتوفی سنہ ۵۰۷ھ) نے امام مالک کی موطا کو چھوڑ کر کتب ستہ کے اطراف مرتب کئے، لیکن المقدسی کی کتاب مقبول نہ ہوئی، اسلئے کچھ زمانہ بعد الحافظ محمد بن علی بن الحسن الحسینی الدمشقی (المتوفی سنہ ۷۶۵ھ) نے مقدسی کی کتاب کی دوبارہ ترتیب، ترمیم و تصحیح کی، پھر بھی اسکو ہر دلعزیزی حاصل نہ ہوسکی، چنانچہ الحافظ ابن عساکر (المتوفی سنہ ۵۷۱ھ) نے صحیحین اور موطا کے علاوہ صحاح ستہ کی بقیہ چار کتابون کے اطراف مرتب کیے، انھون نے اپنی کتاب کا نام الاشراف علی معرفۃ الاطراف رکھا،

پروفیسر بروکلیمن نے اپنی کتاب متعلق تاریخ ادبیات عرب مین اس کتاب کے نسخون کا تذکرہ کیا ہے، ایک قاہرہ مین ہے اور دوسرا قسطنطنیہ مین، قاہرہ کا نسخہ تین جلدون مین سنہ ۶۳۴ھ کا لکھا ہوا ہے،

ابن عساکر کی پیروی کرتے ہوئے ایک اور مصنف عمر بن علی بن الملقن الانصاری (المتوفی سنہ ۸۰۴ھ) نے اسی قسم کی ایک الاشراف علی اطراف الکتب لکھی، حافظ سیوطی (المتوفی سنہ ۹۱۱ھ) نے اسی کتاب مین اضافہ کرکے اس کا نام اطراف الاشراف باشراف الاطراف رکھا،

ابن عساکر کی تصنیف کچھ دنون تک اس موضوع پر مستند سمجھی جاتی تھی، اس کے بعد حافظ مزی (المتوفی سنہ ۷۴۲ھ) نے ایک ضخیم و مبسوط کتاب صحاح ستہ، ابو داؤد کی کتاب المراسیل، الترمذی کی

کتاب الشمائل اور النسائی کی کتاب عمل الیوم واللیلہ کے اطراف مین مرتب کی، یہ کتاب ابتک مستند ہے، اس کا نام تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف ہے، پروفیسر بروکلیمن نے اس کتاب کے دو نسخون کا تذکرہ کیا ہے، ایک برلن مین ہے جو نامکمل ہے اور دوسرا الجزائر مین، بانکی پور کے کتب خانہ مین بھی اس کا ایک نسخہ چار جلدون مین ہے، ایشیاٹک سوسائٹی بنگال مین بھی دو جلدون مین اس کا ایک نسخہ موجود ہے،

مقدمہ سے پتہ چلتا ہے کہ مزی نے یہ کتاب ۲۶ برسون کی محنت شاقہ مین لکھی ہے، اس کو اب تک ہر دلعزیز اور کثیر الاستعمال ہونے کا فخر حاصل ہے، لیکن چونکہ یہ ایک ضخیم کتاب ہے، اسلئے بعد کے دو مصنفین نے اسکی تلخیص کی ہے، ان مین ایک حافظ ذہبی (المتوفی سنہ ۷۴۸ھ) اور دوسرے حافظ محمد بن علی بن الحسن الحسینی الدمشقی (المتوفی سنہ ۷۶۵ھ) ہین، ابن حجر العسقلانی نے مزی کی کتاب پر مفید شرح اور حاشیے لکھے ہین، اور ان احادیث کو بھی جمع کر دیا ہے جنکو المزی نے چھوڑ دیا تھا، اس شرح کا نام النکت الظراف علی الاطراف ہے، اس کا ایک نسخہ بانکی پور کے کتب خانہ مین ہے، بانکی پور کی فہرست کتب مین ہے کہ مزی نے خود بہت سی احادیث جمع کی تھین جنکو اس نے اپنی کتاب مین شامل کرنے کی بجائے لواحق الاطراف کے نام سے علحدہ جمع کیا تھا،

ابن حجر العسقلانی نے بھی تین کتابین اس فن پر لکھی ہین، (۱) اتحاف المہرہ باطراف العشرہ، یہ کتاب آٹھ جلدون مین ہے اور صحاح ستہ اور مسانید اربعہ کے اطراف پر مشتمل ہے، (۲) اطراف المسند المعتلی باطراف المسند الحنبلی چونکہ مسند احمد بن محمد بن حنبل (المتوفی سنہ ۲۴۱ھ) مین السیوطی کے بیان کے مطابق چالیس ہزار حدیثین ہین، اسلیے ابن حجر العسقلانی نے اس کے لیے علحدہ مستقل اطراف لکھا اور اس حصہ کو اپنی مذکورۂ بالا کتاب سے الگ کر دیا، (۳) اطراف المختارۃ المختارہ، الحافظ محمد بن عبد الواحد المقدسی الحنبلی (المتوفی سنہ ۶۴۳ھ) کی مشہور حدیث ہے، ابن حجر نے اس کے اطراف بھی لکھے،

اگرچہ ابن حجر نے تین ضخیم تصانیف اس فن پر لکھی تھین مگر پھر بھی ایک بہتر تصنیف کے لیے میدان

کھلا ہوا تھا، اسی کمی کو پورا کرنے کے لیے عبد الغنی بن اسمٰعیل النابلسی (المتوفی ۱۱۴۳ھ) نے ایک کتاب لکھنا شروع کی، انھون نے اپنے پیشروؤن کی تصانیف کا مطالعہ کیا، ان کی بہتر ترتیب کی اور غیر ضروری حصص کو ساقط کر دیا، اس نے اس کتاب مین حروف تہجی کے اعتبار سے صرف اس اولین راوی کا نام دیا جو براہ راست رسول اللہ صلعم سے روایت کرتا ہے، راوی کا نام دیکر اس کے نیچے وہ تمام احادیث درج کر دین جو اس نے بیان کی ہین اور ان ابواب کا حوالہ بھی دیدیا جنمین وہ موجود ہین، اس کتاب کا نام ذخائر المواریث فی الدلالۃ علی مواضع الاحادیث ہے،

یہ کتاب دو ضخیم جلدون مین ہے، پہلی جلد مین ۴۱۱ اوراق ہین اور دوسری مین ۴۲۵ اس کتاب مین النابلسی نے احادیث کی مندرجہ ذیل سات کتابون کے اطراف مرتب کئے ہین،

(۱) صحیح بخاری (۲) صحیح مسلم (۳) سنن ابی داؤد (۴) جامع ترمذی (۵) سنن نسائی (۶) ابن ماجہ (۷) موطا مالک، چونکہ محدثین مین چھٹی کتاب حدیث کے متعلق اختلاف ہے اس لئے مصنف نے دونون متنازع فیہ کتابون کو لے لیا ہے، بعض کا قول ہے کہ چھٹی کتاب سنن ابن ماجہ ہے اور بعض کی رائے ہے کہ موطا امام مالک، مصنف نے دونون کے اطراف لکھے ہین، اس نے ان تمام احادیث کے لیئے حروف و اشارات بھی وضع کئے ہین، بخاری کے لیے خ، مسلم کے لئے م، داؤد کے لیے د، ترمذی کے لیے ت نسائی کے لیے س، ابن ماجہ کے لیے ہ اور موطا کے لیے ط،

النابلسی نے اپنی کتاب کو، بابون مین تقسیم کیا ہے، جنمین اصحاب رسول اللہ صلعم کے اسمائے مبارک باعتبار حروف تہجی درج ہین، النابلسی نے اپنی اس کتاب کا ایک نسخہ خود اپنے ہاتھ سے لکھکر کتب خانہ صولتیہ مکہ مکرمہ کو پیش کیا تھا، اسکی ایک نقل کراچی لائی گئی اور اس نسخہ سے میرے ایک دوست مولوی عبد اللہ (مقیم ہوڑہ) نے نقل لی،

النابلسی کی کتاب نے ان تمام مشکلات کو جنسے محدثین متقدمین کو دوچار ہونا پڑتا تھا،

ایک بڑی حد تک کم کر دیا ہے، لیکن چونکہ کسی حدیث کے نکالنے کے لیے اس کے اولین راوی کا نام جاننا ضروری ہے، اسلیے میرے خیال مین اس سے موجودہ حالات مین بہت کم استفادہ کیا جا سکتا ہے، ان مشکلات کو پیش نظر رکھکر ایک موجودہ مصنف نے دو کتابین اس موضوع پر لکھی ہین، مشہور مصنف کا نام محمد شریف بن مصطفی التوقادی ہے، ان کتابون مین سے ایک بخاری کے متعلق ہے جو ۱۲۹۶ھ مین مصر مین شائع ہو چکی ہے، اور دوسری مسلم کے متعلق، یہ بھی مصر مین ۱۲۹۰ھ مین چھپ گئی ہے، اول الذکر تصنیف کا نام مفتاح صحیح البخاری اور موخر الذکر کا مفتاح صحیح مسلم ہے، اس نے ان کتابون کو آخری مرتبہ ۱۳۱۲ھ مین مفتاح الصحیحین کے نام سے مرتب کیا اور ۱۳۱۳ھ مین قسطنطنیہ سے شائع کی، مفتاح صحیح البخاری کے ۱۹۲ صفحات ہین اور مفتاح مسلم کے ۵۷، اس کتاب مین لائق مصنف نے بخاری کی تین مشہور شرحون القسطلانی (مطبوعہ مصر ۱۲۹۳ھ) العسقلانی (مطبوعہ مصر ۱۳۰۱ھ) اور العینی (مطبوعہ ۱۳۰۹ھ قسطنطنیہ) اور مسلم کی ایک شرح النووی (مطبوعہ ۱۲۹۳ھ مصر) کے صفحات کے حوالے بھی دیئے ہین، مصنف نے احادیث کو حروف تہجی کے اعتبار سے ترتیب دیا ہے، داہنے جانب کے خانون مین وہ بخاری اور اسکی شرحون کی جلد و صفحہ کا حوالہ دیتا ہے، بیچ مین حدیث دیتا ہے، اور بائین جانب ابواب اور ان کے عنوانات کے نمبر ہوتے ہین، ہم بخاری اور مسلم دونون کے مفتاح کا نمونہ ذیل مین درج کرتے ہین،

هذا مفتاح صحيح البخاري

قسطلانی ص	قسطلانی ج	عسقلانی ص	عسقلانی ج	عینی ص	عینی جلد	بخاری ص	بخاری ج	الاحادیث النبویہ	عدد	اسامی المباحث
۵۳۲	۶	۸۱	۸	۴۱۶	۸	۱۱۷	۵	ائتنا بالمفتاح	۷۹	کتاب المغازی
۴۲۸	۴	۱۶۶	۵	۲۹۲	۶	۱۲۸	۳	ائت المسجد فصل رکعتین	۲۱	کتاب الہبہ

اسامی المباحث	الابواب	الاحادیث النبویة	مسلم		نودی	
			ج	ص	ج	ص
کتاب الحج	۶۷	ائتنی بالمفتاح واللہ،	۱	۳۷۶	۴	۱۱
المساجد	۷	ائتنی بھا این اللہ،	۱	۱۵۱	۳	۲۵۲

اس تصنیف مین ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ جن مطبوعہ نسخون کے حوالے دیئے گئے ہین وہ اگر موجود نہ بھی ہون تو بھی ایک شخص ابواب اور عنوانات کے ذریعہ اس سے اچھی طرح مستفید ہو سکتا ہے،

مجھے ڈاکٹر اے، ایس، صدیقی صاحب سے یہ معلوم کرکے خوشی ہوئی کہ صحاح ستہ اور مسند امام حنبل کی مفصل لفظی فہرستین، پروفیسر اے، جے، ونسنک (جامعہ لیدن) کی نگرانی مین مرتب ہو رہی ہین، پروفیسر موصوف نے مجھے اطلاع دی ہے کہ وہ ہر حدیث کے تمام اہم الفاظ کو فہرست مین داخل کرینگے اور اس کے ساتھ ہی ان تمام الفاظ کو بھی لکھین گے جو فقہی، جغرافی یا لسانی حیثیت سے کوئی امتیاز رکھتے ہین، عربی دان اصحاب عموماً اور اصحاب حدیث خصوصاً اس تصنیف کا پرجوش خیر مقدم کرینگے،

معارف:۔ مگر یہ حقیقت کس قدر شرمناک ہے کہ جو کام ہم کو کرنا چاہیئے تھا وہ اغیار ہمارے لیے کر رہے ہین،

خطباتِ مدراس

اڈیٹر معارف نے پچھلے سال مدراس مین سیرۃ نبوی کے مختلف پہلوون پر جو آٹھ خطبے (لکچر) دیئے تھے، وہ نہایت اہتمام سے عمدہ کاغذ پر چھپ کر تیار ہین، یہ اس لائق ہین کہ مسلمانون کے علاوہ غیر مسلمون مین ہدیۃً تقسیم کیے جائین، ضخامت ۱۶۰ صفحے قیمت ۱۲؍

"مینیجر"

حضرموت

مترجمہ

مولوی شاہ معین الدین صاحب ندوی رفیق دار المصنفین

حضرموت جزیرۃ العرب کا اہم صوبہ ہے، لیکن افسوس ہے کہ اس کے جغرافی حالات، سیاسی واقعات اور تعلیمی و اجتماعی کیفیات اور موجودہ صورتِ احوال سے بہت کم لوگ واقف ہین، حال مین حضر موت کے جلیل القدر فاضل سید محمد بن عقیل نے یہان کے حالات الزہراء مین شائع کئے ہین، ناظرینِ معارف کی آگاہی کے لیے اس کے ضروری اجزاء کا ترجمہ درجِ ذیل ہے۔

حدود اربعہ حضرموت، یمن اور عمان کے بیچ مین سواحلِ ہند کے مقابل بحرِ عرب کے ساحل پر واقع ہے، خشکی مین یہ قطعہ، مشرق مین وادی ہود، مغرب مین عین یا معبد، مغرب مین بحرِ عرب، شمال مین ریگستان نجد سے گھرا ہے،

چشمے اور مزارع حضر موت کے رقبہ مین جگہ جگہ چھوٹے چھوٹے ریگستان ہین، لیکن تھوڑے حصہ کے علاوہ باقی سب غیر آباد ہین، البتہ گذشتہ آبادیون کے نشانات اب بھی جابجا ملتے ہین، جس سے گذشتہ تمدن اور آبادی کا پتہ چلتا ہے، امتدادِ زمانہ سے پانی کے قدرتی وسائل بہت دور ہٹ گئے ہین جسکی وجہ سے کنوئین اور چشمے خشک پڑے ہین، اسی سبب سے شادابی کم اور خشکی زیادہ ہے، اور آباد رقبۂ زمین کی آبادی بھی گھٹ گئی ہے، لیکن ساحلی علاقہ اور بعض وادیون مین زراعت ہوتی ہے

پیداوار یہان تمباکو کثرت سے ہوتی ہے، غلون مین گیہون، چینا، اور باجرہ پیدا ہوتا ہے، اسکے

علاوہ مختلف قسم کے کھجور، میوہ جات، اور سبزیان بھی ہوتی ہین، ہندوستانی روئی بھی تھوڑی بہت ہوتی ہے، مغربی اضلاع مین اعلیٰ قسم کا شہد نکلتا ہے اور پہاڑون پر مرّ اور لوبان پیدا ہوتی ہے،

حیوانات مختلف قسم کے جانور جو یمن مین ہوتے ہین، یہان بھی پائے جاتے ہین، اور بہت سے ایسے چرند و پرند جنکا قدیم تاریخون مین تذکرہ ہے اب ناپید ہین، اور ناپید ہوتے جاتے ہین، ان مین ایک خاص جانور جو پہاڑی بکرے، اور ہرن کی درمیانی شکل کا ہے قابل ذکر ہے،

بدوی حضرموت کے پہاڑون مین بہت سے خالص عربی النسل بدوی آباد ہین، لیکن ان مین ہمیشہ کشت وخون کا بازار گرم رہتا ہے عام خشک سالی کی وجہ سے یہان کوئی ایسی با اقتدار حکومت عرصہ تک نہ قائم رہ سکی جو ان کو قابو مین رکھ سکے، اگر کوئی بڑی قوت اٹھتی بھی ہے، تو ذرائع آمدنی کی قلت اسکی مساعدت نہین کرتی، اور معمولی طاقت کے بس مین نہین آتے،

مہرہ مہرہ حضرموت کے قریب ایک وسیع رقبۂ زمین ہے، جسکا ایک سرا عمان سے ملتا ہے، اگرچہ یہ حضرموت سے الگ ہے لیکن اس کا شمار اسی کے ملحقات مین ہے، یہان کی آبادی ایک لاکھ تیس ہزار نفوس پر مشتمل ہے، اسکی زبان عربی سے علیحدہ مستقل ہے لیکن بعض حیثیات سے عربی کے مشابہ ہے، البتہ یہ لکھنے کے کام مین نہین آتی،

آبادی حضرموت کی آبادی مہرہ کو چھوڑ کر تین لاکھ ہے، اور یہ اجتماعی زندگی کے اعتبار سے تین قسمون پر منقسم ہے،

پہلا طبقہ علوی سادات کا ہے، جو ۳۱۸ھ مین یہان آکر آباد ہوئے، ان کے علاوہ کچھ حضرمی قبائل ہین جو ان مین مل گئے ہین، اسی جماعت مین ارباب علم وفضل اور صاحب اقتدار اشخاص پیدا ہوئے، جنھون نے مدارس، مساجد اور خانقاہین وغیرہ بنوائین اور علم وارشاد کی روشنی پھیلا کر اصلاحات کین، وراثت اور نکاح کے معاملات انھین کے ہاتھون انجام پاتے ہین،

دوسرا طبقہ زراعت پیشہ، اہل حرفہ اور حاکمون کا ہے، یہ لوگ اور پہلا طبقہ باہمی اختلافات اور مقدمات وغیرہ فیصل کرتے ہین،

تیسرا طبقہ مسلح آبادی کا ہے، اور یہی یہان کی بدامنیون اور فتنہ وفساد کے ذمہ دار ہین، اگرچہ ان مین بہت سے سمجھدار لوگ اصلاح کے خواہشمند ہین، لیکن عام مطلق العنانی کے سامنے مصلحین کی نہین چلتی بعض بڑے قبائل کی چھوٹی شاخین الگ الگ سردارون کی ماتحتی مین آباد ہین، پھر متعدد قبائل کا ایک رئیس اعلیٰ ہوتا ہے، ان مین ہمیشہ آپس مین ہنگامہ آرائی رہتی ہے، لیکن یہ بڑی خوبی ہے، کہ غیر کے مقابلہ مین سب متحد ہوجاتے ہین،

نکاح اور وراثت کے علاوہ تمام مقدمات ان کے خاص رسم ورواج کے مطابق فیصل ہوتے ہین، جو قانون کی شکل مین لوگون کو حفظ ہین،

زبان حضرموت کی عام زبان عربی ہے لیکن عرب کے دوسرے صوبون کی طرح بگڑی ہوئی مگر نجد ویمن سے فصیح ہے، اور ہر شہر کی ایک خاص بولی ہے جسکا لب ولہجہ دوسرے سے ممتاز ہے، یہان کی عامی زبان مین بہت سے الفاظ ایسے ہین، جنکا لغت مین کہین پتہ نہین، لیکن ہین سب عربی اوزان پر، اور اسی قاعدہ سے بولے جاتے ہین، تاہم یہ زبان فصاحت سے گری نہین ہے،

علوم وفنون یہان کی عام زوال پذیر حالت کی وجہ سے علوم وفنون کا چرچا کم تھا، لیکن چند برسون سے سادات مین کچھ ترقی کی امنگ پیدا ہوچلی ہے، اور انھون نے جابجا مدارس کھول کر اشاعت تعلیم کی طرف قدم بڑھایا ہے، جس مین خاطر خواہ کامیابی بھی ہورہی ہے. لیکن ابھی اس سے بہت زیادہ جد وجہد کی ضرورت ہے. فی الحال ان مدارس مین نحو، فقہ، اور بقدر ضرورت تفسیر وحدیث سے زیادہ تعلیم نہین ہے، اگرچہ اس وقت بھی یہان علماء، ادباء، اور شعراء کی کمی نہین ہے لیکن ابھی تعلیم کے بہت سے مراحل باقی ہین،

امن چونکہ حضرموت مین کوئی مستقل حکومت نہین رہتی ہ اسلیے عام بدامنی ہے، اور قتل وخونریزی کا بازار ہمیشہ گرم رہتا ہے خصوصاً متوکل علی اللہ حاکم یمن کی فوجی قوت ہٹنے کے بعد سے لوٹ مار، چوری اور ڈکیتی بہت عام تھی، لیکن اب چوری اور ڈاکہ کی وارداتین کم ہوگئی ہین، تاہم ان تمام بدامنیون کے باوجود قافلون کی گذرگاہین بہت پرامن ہین، لوگ بلاخوف وخطر سونا اچھالتے پھرتے ہین، اور کوئی نہین پوچھتا، حتی کہ اگر ان راستون پر کوئی شخص دشمنی سے کسی کو مار ڈالے، تو اس کا مال و اسباب اس کے ورثہ تک پہنچا دیا جاتا ہے، اس کا سبب یہ ہے کہ بدویون کا دارمدار اونٹون کے کرایہ پر ہے، اگر اس مین کوئی رکاوٹ ہو تو ان کو روزی نہ میسر آئے،

حکومت اور اسکی تاریخ جدید حضرموت مین حکومت کی ابتدا کثیری حکومت سے ہوتی ہے، اسکو آل عبداللہ کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے، یہ حکومت وہان عرصہ دراز تک حکمران رہی، امام متوکل یمنی نے اسکو بڑی تقویت پہنچائی، اس نے کثیری حکومت کے تمام دشمنون کا قلع قمع کر دیا، اور صرف اس شرط پر اسکو علی حالہ قائم رکھا کہ وہ یمنی حکومت کی اطاعت گذاری، شرع محمدی کی حفاظت اور اسکی بقا کی ذمہ دار رہے،

اس حکومت کے بعض حکمرانون نے بڑا نام پیدا کیا، ان مین سلطان بدر بن عبداللہ بن جعفر بن عبداللہ بن علی عمر الکندی المولود سنہ۹۰۲ھ خاص طور پر قابل ذکر ہے، اسی شخص نے پہلے ترکون کا قدم حضرموت مین جمنے دیا، لیکن پھر اطاعت قبول کرلی اور شحر اور پرتگال کے معرکہ کے یورپین قیدی ہدیۃً قسطنطنیہ بھیجے، اور زبید کے معرکہ مین اپنی فوج سے ترکون کی مدد کی، اور سلطان سلیمان کے عہد مین پورے یمن کو ترکون کا اطاعت گذار بنا دیا، سلطان بدر کے بیٹے عبداللہ نے بغاوت کی اور باپ کو معزول کر کے خود حکمران بنگیا، اس کے بعد اس کا بیٹا جعفر تخت نشین ہوا، لیکن سنہ۹۹۰ھ مین قتل کر دیا گیا، پھر اس کا چچا عمرو بن بدر حاکم ہوا،

حکومت یافعی آل کثیر کے بعض حکمرانون نے اپنی فوجی قوت مضبوط کرنے کے لیے حمیر کی ایک شاخ یافع کے کچھ لوگون کو لاکر فوج مین بھرتی کیا تھا، ان لوگون کو حضرموت کچھ ایسا بھایا کہ پھر وطن واپس نہ گئے، بلکہ اپنے قبیلے کے اور بہت سے آدمی بلالئے، اور ان کی ایک چھوٹی سی بستی آباد ہوگئی، اور آہستہ آہستہ اپنی قوت بڑھاکر متعدد مواضعات پر قابض ہوگئے، رفتہ رفتہ اس قدر زور پکڑ لیا کہ سنہ۱۱۱۹ھ مین آل کثیر کو نکال کر شحر پر قابض ہوگئے، اور ۴۶ سال تک حکومت کرتے رہے، لیکن حکومت کے نشہ مین شریعت کو پس پشت ڈال دیا، اور وہان کے معزز طبقہ علوی سادات اور علماء کے ساتھ نازیبا سلوک کرنا شروع کیا اور جور و ستم کی مشق شروع کردی، آخرکار لوگون نے عاجز ہوکر آل کثیر کی حمایت کرکے ان کو نکال دیا،

آل بریک سنہ۱۱۶۵ھ مین آل بریک یافع کی ایک شاخ نے شحر مین قدم بڑھانا شروع کیا، اور کچھ دنون کے بعد پورا تسلط ہوگیا، اور سنہ۱۲۳۲ھ مین اس سلسلہ کا آخری فرمان روا علی بن ناجی بن بریک تخت نشین ہوا، سنہ۱۲۶۶ھ مین سید اسحق بن عقیل چار سو ترکی سوارون کا دستہ لیکر جدہ سے شحر کی طرف چلا، لیکن سمندر کی طغیانی کی وجہ سے ساحل تک نہ پہنچ سکا، اسلیے اسی کے قریب ایک مقام پر اترگیا، وہان آل بریک سے مقابلہ ہوا، لیکن شکست کھاکر بھاگا، اور طغیانی فرو ہونے کے بعد پھر شحر کے قریب اترا، کچھ اور لوگ بھی اسکی مدد پر تیار ہوگئے، لیکن کساوی یافعی نقیب مکلا نے سب کو مار کر بھگا دیا اور سید اسحق ناکام واپس ہوا، بالآخر سنہ۱۲۸۳ھ مین سلطان غالب بن محسن کثیری نے بزور شمشیر نکال باہر کیا، اور ۸۸ سال حکومت کرنے کے بعد آل بریک کا شحر سے خاتمہ ہوگیا،

سلطان غالب سلطان غالب اس استیلاء کے پہلے، حیدرآباد دکن مین فوجی عہدہ پر ممتاز تھا، نواب خطاب تھا، شجاعت وبہادری اور حسن اخلاق کے زیور سے آراستہ تھا، وہان اس نے بڑی دولت کمائی، اسی دولت کے زور سے اس نے آل بریک کو شحر سے بے دخل کیا،

قطیبی خاندان کی حکومت حاجی عمر بن عوض قطیبی یافع کا ایک شخص تھا، اور حضرمی امرا مین اس کا شمار تھا، عرصہ تک حیدرآباد مین رہا، سنہ۱۲۸۶ھ مین اس نے شحر مین قطیبی حکومت کی بنیاد ڈالی، اسکی ابتدا اسطرح

ہوئی کہ سلطان غالب کے عہد میں جو یافعی حضرموت سے نکال دیئے گئے تھے، ان کو پھر اس نے حضرموت کے آس پاس کے باقی ماندہ مقامات میں بلا کر آباد کیا اور انکی قدر افزائی اور اعزاز و اکرام میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا، اس حسن سلوک سے بہت سے یافعی آکر دوبارہ بس گئے، اور زور پکڑنے کے بعد سنہ ۱۲۶۳ھ میں شبام پر قبضہ کر لیا، حاجی عمر کے تین لڑکے تھے عوض، صالح، اور عبد اللہ اور یہ سب اپنے والد کے نقش قدم پر چلتے تھے، جاہ و ثروت اور اثر و اقتدار کے اعتبار سے بھی ممتاز تھے، حضرموت کے روحانی پیشوا آلِ کثیر کی بعض نازیبا حرکتوں کی وجہ سے ان کے مخالف ہو رہے تھے اور ان کے مخالفین کی امداد پر تیار تھے، چنانچہ انھوں نے امیر عوض کی امداد سے حضرموت کے کنارہ کنارہ کا پورا علاقہ نہرہ کے مشرقی سمت سے لیکر وادی حجر تک لے لیا، سنہ ۱۲۸۴ھ میں امیر موصوف نے ایک لشکر جرار لیکر جسمین ہندوستانی بھی شامل تھے، شحر پر حملہ کرکے آل کثیر کی حکومت کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ کر دیا، اس تاریخ سے یافعی حکومت کا نیا دور شروع ہوا، اور انگریزون نے امیر عبد اللہ سلطان عوض کے بھائی سے خط و کتابت شروع کی، اس وقت سے حکومت کا رقبہ برابر بڑھتا گیا تا آنکہ سنہ ۱۳۰۱ھ میں حجر پر بھی قبضہ ہو گیا اور ہر طرح سے حکومت مضبوط و مستحکم ہو گئی، سنہ ۱۳۲۰ھ میں سلطان عوض نے وفات پائی، اس کے بعد اس کا بیٹا سلطان غالب اس کا جانشین ہوا، اور اپنے باپ کے نقش قدم پر چلتا رہا،

موجودہ حکومت سلطان عوض کا لڑکا عمر حضرموت کا موجودہ حکمران ہے، اور دوعن، قطن، شبام، حجر اور ابن دغار کے علاوہ پورا ساحلی علاقہ عین یا معبد تک اس کے ممالک محروسہ مین شامل ہے،

اگرچہ اب حضرموت مین آل کثیر کی حکومت نہین ہے تاہم ایک معاہدہ کے رو سے وہ تریم اور سیون کے حکمران ہین، یہ دونون مقام حضرموت کے ممتاز شہرون مین ہین، اگرچہ آبادی کے اعتبار سے یہ چھوٹے ہین لیکن جس قدر ہے، اس مین ارباب علم و ثروت زیادہ ہین،

بہت سے شنافری قبائل جو مختلف گروہون، جماعتون، اور

قبائل سے مرکب ہین، علیحدہ علیحدہ اپنے اپنے حدود مین آباد ہین اگرچہ یہ موجودہ حکومت کے ماتحت نہین ہین تاہم اسی سے ملحق سمجھے جاتے ہین،

ان آبادیون اور شہرون کے علاوہ حضرموت کے ایک وسیع رقبۂ زمین مین جو بہت کم حیثیت ہے کسی کی حکومت نہین ہے بلکہ ہر ہر ٹکڑے کا ایک ایک رئیس ہے،

آثار قدیمہ چونکہ حضرموت پر تمدن کے مختلف دور گذر چکے ہین، اسلیے وہان بہت سے آثار قدیمہ پائے جاتے ہین، جنسے وہان کی تاریخ پر تاریخی کتابون سے زیادہ روشنی پڑتی ہے، چنانچہ چند برسون سے حمیر کے قبرستان مین سیلاب کی وجہ سے سونے چاندی، پتھر اور بیش قیمت جواہرات کے بہت سے اہم آثار قدیمہ نکلے ہین، لیکن افسوس یہ گرانقدر یادگارین بہت سستے دامون، عدن اور ہندوستان مین فروخت ہو گئین، اور بہت سے سونے چاندی کے سکے زیورات اور بہت عربون نے پگھلا ڈالے ان کے علاوہ بہت سے سنگی کتبے بھی برآمد ہوئے ہین لیکن ان کے معمے اب تک حل ہو سکے،

حضارمہ اور نقل وطن حضرمیون کی قدیم تاریخون سے انکی سیاحت اور ہجرت پسندی کا بہت قدیم زمانہ سے سراغ ملتا ہے، قبل از اسلام سواحل صومال اور شمالی افریقہ ان کے جولانگاہ رہے، اور فتوحات اسلامیہ کے بعد عراق، مصر، سوڈان اور اندلس وغیرہ مین پھیلتے رہے، اس سلسلہ مین اشاعت اسلام کی گرانقدر خدمات انجام دین، چنانچہ حبشہ، صومال، اور شمالی افریقہ سے لیکر خصوصاً برما، سیام، سماٹرا، جاوہ، اور فلیپائن اور اس کے قرب وجوار مین کروڑون آدمیون نے ان کی کوششون سے اسلام قبول کیا، ان مقامات مین حضرمیون کا بڑا اثر تھا،

حضرمی بدو حضرموت کے بادیہ نشین بدو اپنے تمام اوصاف و خصائل مین عام عربون کے مشابہ ہین، اور جن مقامون مین ان کی کثرت ہے وہان کی حکومت ان پر پوری نگرانی رکھتی ہے، چنانچہ عرصہ تک جاوہ کی حکومت اس بارہ مین پریشان رہی اور آخر مین اس نے اپنے قوانین اور عدل

انصاف کو نظر انداز کرکے ان پر طرح طرح کی سختیاں اور قید و بند عائد کین تا آنکہ مشہور مستشرق ہارگرونجے نے اس مسئلہ کی طرف توجہ کی اور ایک حد تک حکومت کی بدظنی دور کرکے ان دونون مین خوشگوار تعلقات قائم کرائے علامہ شکیب ارسلان نے حاضر العالم الاسلامی کے ذیل مین اس پر کچھ روشنی ڈالی ہے جسکا خلاصہ یہ ہو کہ:

"حکومت ہالینڈ جاوہ مین حضارمہ کے مسئلہ کو بہت اہمیت دیتی ہے، اور اس طرف پوری توجہ صرف کرتی ہے، اسکو ان کی آمد و رفت سے سب سے بڑا خطرہ یہ ہے، کہ مبادا یہ لوگ دعوتِ اسلام کا سلسلہ نہ شروع کردین، اور وہان کے بھولے باشندون کو بیدار کرکے ایسی چیزون کی طرف نہ متوجہ کردین جن سے وہ لوگ ابھی تک غافل ہین، چنانچہ اس خطرہ سے بچنے کے لیے اس نے حضرمیون پر طرح طرح کی قیود عائد کردی ہین، اول تو جاوہ کے داخلہ مین صدہا رکاوٹین پیدا کردی ہین اور اگر اس پر بھی وہ لوگ آجاتے ہین تو ان کی نقل و حرکت کی پوری نگرانی ہوتی ہے، حتی کہ ان حضرمیون سے بھی جو عرصہ دراز سے وہان کے مستقل باشندے ہوگئے ہین، حکومت مطمئن نہین ہے، اور یہ لوگ بھی انکی نگاہ مین کھٹکتے رہتے ہین کہ کہین وہان کی سادہ مزاج مسلم آبادی کو بیدار کرکے ہالینڈ کی استعماریت کو خطرہ مین نہ ڈالدین، اور آئندہ اسکو دشواریون کا سامنا کرنا پڑے، چنانچہ ان کو بھی ایسی سخت بندشون مین جکڑدیا ہے کہ ان کی زندگی تلخ ہوگئی ہے تاکہ کسی طرح سے پھر یہ لوگ اپنے اپنے وطن واپس چلے جائین[1]"

پروفیسر ہارگرونجے اس مسئلہ پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے لکھتے ہین کہ:-

"حضارمہ پر قیود عاید کرنا سرے سے عدل و انصاف کے منافی نہ تھا اسکے چند در چند اسباب تھے، لیکن حکومت انکی طرف متوجہ نہ ہوئی، اور چند شرائط کیساتھ ان کو داخلہ کی اجازت دیدی، جسکی رو سے یہ آسانی سے قیام کرسکتے تھے لیکن اجازت کے بعد انکی نقل و حرکت کی نگرانی مین ایسی سختی برتی جو ناقابلِ برداشت حد تک پہنچ گئی، اور جو لوگ اسکے مامور تھے ان کی سیاست مختلف تھی اور اسی پر حضارمہ کیساتھ سختی و نرمی کا دارومدار تھا، اور اب وہ اس حد تک پہنچ گئی کہ عربون کا امن و امان خطرہ مین پڑگیا ہے"۔

[1] ج ا ص ۶۷،

غالب وصہبائی کے خطوط

از
مولوی ضیاء الدین احمد صاحب برنی بی اے بمبئی،

گذشتہ دسمبر مین دہلی کے زمانۂ قیام مین بعض کتابون کی تلاش کے سلسلے مین مجھے مولوی سید منور الدین صاحب سے ملنے کا اتفاق ہوا جو مرحوم خان بہادر شمس العلما مولوی ضیاء الدین خان صاحب ایل ایل ڈی کے صاحبزادے ہین، یہ صاحب کئی لحاظ سے اپنے والد ماجد کے نقش ثانی کہے جاسکتے ہین، خود بھی اہل قلم ہین اور وسیع مذہبی معلومات رکھتے ہین، اگرچہ انھین عام علما کی طرح اپنے علم کا ذرا بھی ادعا نہین انکے والد ماجد اپنے زمانہ کے زبردست مستشرق تھے اور ریاضی کی جملہ فروع مین یکتائے زمانہ تھے، ان کی عربی کی قابلیت کا اہل عرب پر بھی سکہ بیٹھا ہوا تھا، انکی اعلیٰ علمی فضیلت ہی کا نتیجہ تھا کہ اڈنبرو کی یونیورسٹی نے انھین ایل ایل ڈی کی ڈگری عطا کی جو صرف نامور ادیبون اور بہترین انشاپردازون کو دی جاتی ہے، مرحوم نہ صرف صاحب تصنیف تھے بلکہ اعلیٰ درجہ کی لائبریری بھی رکھتے تھے جس سے کسی حد تک ان کے علمی ذوق کا اندازہ ہوسکتا ہے، وہ لائبریری اب سید منور الدین صاحب کے تصرف مین ہے، اگرچہ رورِ زمانہ سے بہت سی نایاب کتابین ضائع ہوگئی ہین، تاہم جو کچھ رہ گئی ہین، سید صاحب حتی الامکان نہایت احتیاط سے ان کی حفاظت کررہے ہین، ان مین سے ایک کتاب "کلیاتِ صائب" ہے جس کے متعلق یہ قیاس کیا جاتا ہے کہ وہ صائب ہی کے قلم کا نتیجہ ہے، اسلیے کہ اس مین شاعر نے بعض اشعار قلمزد کرکے ان کی بجائے نئے اشعار حاشیہ پر تحریر کیے ہین، اس کے علاوہ اور بھی بہت سی نادر قلمی کتابین ہین، سید صاحب کے پاس دہلی سوسائٹی کی شائع کردہ اردو کی کتابین بھی موجود ہین اور چونکہ اردو نثریات کی تاریخ مین وہ نمایان

حیثیت رکھتی ہین، اسلیے ان کا خیال ہے کہ اگر ملک کی لائبریریان انھین خرید لین اور اس طرح سے انھین محفوظ کر دین تو یہ ان کی بہت بڑی ادبی خدمت ہوگی، مزید بران انھون نے نہایت محنت سے اپنے والد مرحوم کی باقی ماندہ کتابون کی فہرست بھی مرتب کر لی ہے اور جو صاحب انھین خریدنا چاہین انھین اس فہرست سے ایک گونہ امداد ملے گی، اس کے علاوہ سید صاحب کے پاس مشہور انشا پردازون اور فضلا کے خطوط کا بہت معقول ذخیرہ بھی موجود ہے، واقعہ یہ ہے کہ مولوی صاحب مرحوم اپنے زمانہ کے اکثر علما کے ساتھ خط وکتابت رکھتے تھے یہ مجموعہ اگر چھپ گیا تو انشاء و ادب کا بہت قیمتی سرمایہ ثابت ہوگا، ان خطوط کو ابھی تک ترتیب نہین دیا گیا ہے، لیکن جب انھین مرتب کیا جائے گا تو یقین ہے کہ ایسے ایسے خطوط نکلین گے جو مشاہیرِ زمانہ کے حالاتِ زندگی اور بہت سے ادبی مسائل پر حاوی ہونگے، خود مولوی صاحب کے خطوط کا مجموعہ ادبی حیثیت سے ایک نعمت ثابت ہوگا، سید صاحب نے میرے اس مشورہ کو قبول کر لیا ہے کہ جب وہ اپنے سلسلۂ کتب یعنی تدوینِ فقہ کے اہم کام سے فراغت پالین گے، تو اس وقت اس نایاب ذخیرہ کی جانب اپنی توجہ مبذول کرینگے، اتفاق سے اس ذخیرہ مین سرسری تلاش کے بعد غالب کے دو خطوط نکل آئے ہین جو غالباً اردوے معلی کے مروجہ ایڈیشن مین درج نہین ہین، اسطرح سے خدا جانے اور کتنے خطوط ہونگے جو اس مین درج ہونے سے رہ گئے ہین، بہرحال یہ اصلی خطوط ہین جو غالب کی مہر کے ساتھ محفوظ ہین جو ان کی صحت کا بہترین ثبوت ہے، مجھے امید ہے کہ نہ صرف غالب کے پرستار ان خطوط کا دلچسپی سے مطالعہ کرینگے بلکہ وہ لوگ بھی جو غالب کے معاملہ مین غلو نہین رکھتے ان کے مطالعہ سے یکسان مستفید ہونگے، علاوہ ازین صہبائی مرحوم کا بھی ایک خط دستیاب ہوا ہے جسے مین تبرکاً پیش کرتا ہون اس وقت غالب کا صرف ایک خط پیش کیا جاتا ہے اور

دوسرا خط بعد کو ہدیۂ ناظرین کیا جائے گا، میرے خیال مین یہ اور اس قسم کے دوسرے خطوط و تحریرات قومی سرمایہ ہین اور ہمارا فرض ہے کہ جہانتک ہو سکے ہم اصل مسودات کو قائم و برقرار رکھین، اس تمہید کے ساتھ مین غالب اور صہبائی کے خطوط ناظرینِ "معارف" کے روبرو پیش کرنے کی عزت چاہتا ہون،

(ضیاء الدین احمد برنی)

غالب کا خط

مولوی صاحب جمیل المناقب جناب مولوی ضیاء الدین خان صاحب کی خدمت مین

بعد سلام عرض کیا جاتا ہے کہ مین عالم نہین مگر شرفِ علم اور فضیلتِ علما میرے دلنشین ہے، اور علم کو زبان عربی مین منحصر جانتا ہون، اللہ اللہ علم عربی کی وسعت! صرف و نحو، منطق، فلسفہ، تفسیر، حدیث، فقہ، پانچ سات برس تک آدمی اسکو تحصیل کر سکتا ہے، یعنی طب و نجوم و ہیئت و ہندسہ و ریاضی، اور اس کے سوا اور علوم سب عربی زبان مین ہین۔ . . . . فارسی زبان بعد تباہ ہونے یزدجرد کی سلطنت کے مٹتی گئی یہانتک کہ بقدر ایک بولی کے رہ گئی۔ . . . . پارسی[1] جو لہراسپ کے عہد سے یزدجرد کے عصر تک تھی مفقود بلکہ معدوم ہے، خاطر نشان رہے کہ یہ پارسی زبان جو اب ہند و عرب و عجم مین مروج ہے، واضع اس کے اکابر عرب و عظمائے عجم ہین، ان واضعون نے اس کے قواعد منضبط نہین کیے گویا ان دونون گروہ کے علما نے بہ اتفاق رائے ہمگر اس کو ضرور نہ جانا، اب جو میان انجو اور عبدالرشید اور ٹیکچند اور آرزو رسائل قواعد فارسی تصنیف کر گئے ہین، اس کے سوا کہ قواعد منضبط عربی پر منطبق کر دیا ہے، اور کیا کمال کیا ہے! بعینہ یہی حال اردو کا ہے، واضعون نے قواعد ضبط نہ کیے، اب میان روشن علی جونپوری اور ان کی امثال و نظایر ہزار در ہزار رسالے تالیف کر رہے ہین، خیر یہ جملہ معترضہ

[1] یہ جملہ صاف پڑھا نہین جاتا، بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ چند الفاظ رہ گئے ہین، خط پر کوئی تاریخ درج نہین ہے۔

تھا، علم فارسی مین کلام ہے، اگر متعلم فہم درست اور ذہن رسا رکھتا ہو تو سال بھر مین تحصیل تمام ہے، ابوالفضل و سہ نثر ظہوری، سکندر نامہ و یوسف زلیخا والسلام مع الاکرام، ہان اس زبان کے دقائق و لطائف جاننے کو طبیعت کا لگاؤ کرو وہ موہبتی ہے اصل محکم اور اس کے بعد رودکی سے لیکر قاآنی تک کا کلام غور سے دیکھنا، عہ یہ شخص ایران کا تھا، فاضل تھا، اسکی رحلت کو دس بارہ برس ہوئے ہونگے،

کل جو آپ نے میری زبانی کچھ کلام مجھ سے فرمایا تھا وہ تقریر ناقل کی بدلی ہوئی ہے، میرا قول یہ ہے کہ عربی کے زور سے فارسی کا علم حاصل نہین ہو سکتا اور انتہا اوسکی جیسا کہ اوپر لکھ آیا ہون وہی نظم و نثر ہے، اس علم فارسی کا منشا، مناسبت طبع اور مشاہدۂ کلام اہل زبان ہے، وہ وہب اور یہ کسب، ایک مجلد درفش کاویانی نذر کرتا ہون، تخطیۂ اہل فرہنگ و تصحیح لغات کو بھاڑ مین ڈالو، جہان سے فوائد شروع ہین وہان سے ہر فائدہ کو بغور پڑھو، ترکیب کلمات فارسی بتاتا ہون اور وہی تحریر مین لاتا ہون، نہ تم جاہل ہو نہ نامنصف، یقین ہے کہ اپنی جگر کاوی کی داد تم سے پاؤنگا، آغاز فوائد کے ورق مین کاغذ واسطے نشان کے رکھدیا ہے،

نامہ سیاہ اسد اللہ

امام بخش صہبائی کا خط،

مولوی صاحب الطاف نشان مولوی محمد ضیاء الدین صاحب زاد لطفہ،

سید یوسف علی صاحب از متوطنان حضرت اجمیر چندے است کہ بشوق کسب کمال وارد شاہجہان آباد اند و ارادہ تحصیل علم حساب درخاطر جاے گیر دارند، رقعہ اخلاص کیش را ذریعہ حصول دولت تلمذ گردانیدہ بخدمت میرسند، اگر نظر توجہ بہر حال ایشان مبذول گشت ازین کوہ دولت کمائے کہ ودیعت مبدأ فیاض و سپردۂ عقل فعال است، مشار الیہ را محروم نگزارید، ہم حصول آنمنائے ارادت و ہم قبول التماس من، زیادہ درین باب نگاشتن صلاح خدام دانستہ بس کرد،

راقم امام بخش صہبائی

تلخیص و تبصرہ

کیا عمر خیام ایک فسانہ ہے

ایک انگریز کی حیرت انگیز بلند پروازی

انگلستان کے بعض خیامی اصحاب نے ایک وفد مرتب کیا ہے کہ وہ نیشاپور جاکر عمر خیام کے منہدم اور شکستہ مقبرہ کی مرمت اور اسکی حفاظت کا مستقل بندوبست کرے، اس موقع سے فائدہ اٹھا کر ایک مستشرق انگریز ڈاکٹر اے ایچ میلر (Dr. A.H. MILLER) نے ایک طویل مضمون اخبار مارننگ پوسٹ مین شائع کیا ہے اور اس مین یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ فٹز جیرلڈ نے جن اشعار کا ترجمہ کیا ہے، وہ کسی عمر خیام کی رباعیات نہین ہین کہ دنیائے شاعری مین اس نام کا کوئی آدمی ہی نہ تھا، اور جس عمر خیام کی قبر نیشاپور مین ہے وہ شاعر نہ تھا، اپنے اس عجیب نظریہ کو ثابت کرنے کے لیے لائق ڈاکٹر نے اپنی جہالت کا جو حیرت انگیز ثبوت دیا ہے وہ دیدہ بینا کے لیے باعث عبرت ہے، اس مضحکہ خیز مضمون کا مختصر و مسکت جواب سر ای، ڈی، راس سابق مدرس اعلیٰ مدرسہ عالیہ کلکتہ اور اب مہتمم مدرسۃ السنہ شرقیہ لندن نے اسی اخبار مین شائع کیا ہے،

ڈاکٹر میلر کا دعویٰ ہے کہ انھون نے اس موضوع کی تحقیق مین اپنی حیات عزیز کے تیس سے زیادہ بیش قیمت سال صرف کئے ہین، اب اس سی سالہ تحقیق کے نتائج ملاحظہ ہون:-

"فارسی مین "رباعیات" کے کیا معنی ہین؟ رباعیات سے مقصد مختلف اشعار کا وہ مجموعہ ہے جو کسی شخص نے وقتاً فوقتاً ایک جگہ لکھ لیے ہون، یا یون سمجھیے کہ رباعیات ایک ایسی بیاض کو کہتے ہین جسمین شائق اشعار اپنے پسندیدہ شعر لکھتا جاتا ہے، فٹز جیرلڈ نے اسی قسم کی ایک بیاض کو بڑی حد تک اپنا ماخذ بنایا ہے"

تو پھر اسے عمر خیام کے نام سے کیون موسوم کیا جائے، یہ ایک ایسا سوال ہے جو میری توجہ مبذول کئے ہوئے ہے۔

اچھا تو یہ عمر خیام جو ۱۸۵۹ء سے انگریزی ادبیات مین داخل ہوکر مشہور عالم ہوگیا، کون تھا؟ مین نے ایران کی تاریخ کا مطالعہ کیا ہے، مین نے ادبیات ایران کے دفاتر کی ورق گردانی کی ہے، مین نے اہل علم ایرانی اصحاب سے اس کے متعلق گفتگو بھی کی ہے، لیکن اس کا نتیجہ یہ ہے کہ تاریخ ایران، و ادبیات ایران دونون کے دونون اس شاعر عمر خیام کے حالات سے تقریباً خالی ہین، اس کے حالات زندگی کا بالکل پتہ نہین اور جو کچھ ہے بھی وہ تمامتر مشکوک ہے جسے کوئی موجودہ مورخ قبول نہین کرسکتا ہے،

اس کے بعد ڈاکٹر میلو "رفقائے ثلاثہ" کے قصہ کا حوالہ دیکر اور اسی چیز کو عمر خیام کے متعلق قدیم ترین حوالہ بتا کر لکھتے ہین کہ "نظام الملک نے خزانۂ نیشاپور سے عمر خیام کا ۱۲۰۰ مثقال سونا سالانہ مقرر کر دیا، اس کے بعد ملک شاہ نے رصد خانہ کی تعمیر مین اس سے مدد لی، اور وہ اس غرض کے لیے ۱۰۷۴ء مین ہمان سے مرو گیا،"

"جب ایک طالب علم تاریخ ان بیانات کو دیکھے گا تو وہ اس کو ایک دفتر بے معنی سے بہتر خطاب نہ دے گا، ڈی ہربوسٹ کا بیان ہے کہ عمر خیام نیشاپور مین ۵۱۷ھ (۱۱۲۳ء) مین مرا لیکن یہ بات بہت واضح ہے کہ نظام اس کے بعد بھی زندہ رہا، کیونکہ وہ عمر کی وفات کو جو نیشاپور مین ہوئی تھی لکھتا ہے، اچھا تو نظام نے اپنی وصیت ۱۰۹۲ء کے ابتدائی مہینون مین لکھی ہوگی کیونکہ وہ اسی سال معزول و شہید ہوا، تو کیا ان حالات مین سوانح عمر خیام کی عمارت بالکل بیٹھ نہین جاتی؟ !!!"

بہت ممکن ہے کہ کہا جائے کہ رباعیات عمر خیام کے جو قلمی نسخے موجود ہین وہ اس کے وجود کے بہترین ثبوت ہین، یہ اعتراض صحیح نہین ہے کیونکہ خود فٹز جرلڈ کا بیان ہے کہ اس کے قلمی نسخے اس قدر کم و خراب ہین کہ مغرب کی فتوحات علمی و عملی کے باوجود یہ چیز مشرق سے وہان صحیح شکل و صورت مین نہ پہنچ سکی، چنانچہ نہ تو دفتر وزیر ہند مین اور نہ پیرس کے قومی کتب خانہ مین اس کا کوئی نسخہ موجود ہے، سب سے قدیم ترین نسخہ بوڈلین لائبریری کا ہے لیکن اس مین صرف ۱۵۸ رباعیات ہین، ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کے ایک نسخہ

مین تکرار کے باوجود صرف ۵۱۶ رباعیات ہین اور اس پر بھی وہ ناکمل ہے، پروفیسر کاول ([illegible]) رباعیات کے قدیم ترین مطبوعہ نسخہ کا جو ۱۸۳۶ء مین کلکتہ مین شائع ہوا تھا حوالہ دیتے ہین، اس مین ۴۳۶ رباعیان مشترک تھین اور ۵۴ ایسی تھین جو دوسرے نسخون مین نہین ملتین، کیا یہ تمام باتین اس بات کی صحیح دلیل نہین کہ عمر خیام کی تصنیف کا کوئی مکمل نسخہ دنیا مین موجود نہین ہے، خود مترجم کو اقرار ہے کہ قدیم ترین نسخہ بھی ۸۶۵ھ کا لکھا ہوا ہے، اس کے معنی یہ ہوئے کہ مصنف سے ۳۷۰ سال بعد خود فٹز جیرلڈ نے نہایت ہی ناقص طور سے اس سے استفادہ کیا ہے، اس کے پہلے اڈیشن مین صرف ۷۵ رباعیان تھین، دوسرے مین ۱۱۰ ہوگئین اور تیسرے مین ۱۰۱، اور ان مین سے ہر مین اسی بات کا علانیہ اعتراف کیا گیا ہے کہ فٹز جیرلڈ نے بعض رباعیان اپنی طرف سے بنا کر لکھدی ہین، کہ ان کا اصل قلمی نسخہ مین کوئی پتہ نہین، اب سوال یہ ہے کہ ایک ایسی نظم (یا مجموعۂ نظم) کے متعلق جسکا مصنف ۵۱۷ھ یا ۱۱۲۳ء مین مرا ہو، جس کے شعر مشرق مین عموماً اور خود اسکے وطن ایران اور اس کے ساتھ ہندوستان مین، ادین صدی تک معروف نہ ہون، جس کے اشعار کی تعداد ۴۳۲ سے ۲۰۵۴ تک بہ اختلاف نسخ ہو جسکا قدیم ترین نسخہ مصنف سے چارسو سال بعد کا ہو ایک محقق کا کیا خیال ہوسکتا ہے۔

اگر ایک فارسی دان طالب علم بوڈلین لائبریری کے نسخہ کو بغور ملاحظہ کرے تو اسے نظر آئیگا کہ یہ مجموعہ حافظ، سعدی، فریدالدین عطار کے منطق (الطیر) وغیرہ کے اشعار لیکر ایک شیرازی کاتب محمود یار بودگی نے ۸۶۵ھ ۱۴۶۰ء مین مرتب کیا تھا، اگر مذہب خیامی ہی کی بنا ڈالنی تھی تو اس کے لیے بک آف مارمن (Book of Mormon) بہترین کتاب تھی،

سر راس کا جواب

ڈاکٹر راس نے ان الفاظ مین اس کا جواب دیا ہے:-

"ان اصحاب کے لیے جنھون نے اپنی عمر عزیز کو ایک خاص موضوع کے مطالعہ کے لیے وقف کر دیا ہو، یہ کس قدر افسوسناک ہے کہ ان کو دوبارہ پھر ان مسائل کے متعلق جو متعدد و مسکت شہادتون کے بعد

غلط ثابت ہو چکے ہین، پھر تردیدی بیان دینا پڑے، مین عموماً کسی شخص سے کسی مسئلہ پر بحث کرنا نہین چاہتا نہ کہ عمر خیام جیسے موضوع کا جو مستقل حیثیت سے فیصل ہو چکا ہے، اور اب اس کے متعلق بحث کی مطلق گنجائش باقی نہین رہی ہے، تاہم مین ڈاکٹر ملر کے خاص واقعات" کی تردید کر دینا چاہتا ہون جن پر ان کے تمام دعوے کی بنیاد ہے،

۱۔ رفقائے ثلاثہ" والا افسانہ عرصہ ہوا آخری مرتبہ ایک مہمل و غیر تاریخی حکایت ثابت ہو چکا ہے،

۲۔ رہا نفس اس نظم یا مجموعہ نظم کے متعلق جو اعتراضات ہین، اس کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ:-

تاریخی شہادت

۱۔ عمر خیام تقریباً ۱۱۲۳ء مین مرا، اس کے متعلق ایک ایسے شخص کا بیان موجود ہے، جسنے ۱۱۱۲ء مین عمر سے ملاقات کی اور پھر ۱۱۳۵ء مین اس کی قبر پر گیا،

۲۔ ۱۱۷۶ء، ۱۱۹۱ء، ۱۱۹۵ء، ۱۲۲۴ء، ۱۲۳۰ء، اور ۱۲۴۰ء کے مصنفین نے اس کے شاعر ہونیکا تذکرہ کیا ہے، عہد مغل کے مشہور مورخ جوینی (۱۲۶۰ء) نے اس کی ایک رباعی بھی نقل کی ہے، ۱۳۴۰ء کے ایک فارسی بیاض مین اسکی تیرہ رباعیان دی ہوئی ہین،

۳۔ یہ ایک فطری بات ہے کہ مختلف بیاض مین اشعار وغیرہ کی تعداد مختلف ہو، اور رباعیات عمر خیام کی ہر دلعزیزی کی اس سے بڑھکر اور کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ دوسرے شعراء کی ہزارون رباعیان اسکی طرف منسوب کر دی گئی ہین،

۴۔ یہ دیکھتے ہوئے کہ تیرھوین صدی سے پہلے کے چند ہی فارسی کتابون کے نسخے ہم تک پہنچے ہین یہ بھی ایک قدرتی امر تھا، کہ اس کے قدیم نسخے ہم تک نہ پہنچ سکین، فارسی شاعر کے باوا آدم رودکی کے اشعار و مثنوی بیدپا کے صرف گنتی کے اشعار ہم تک پہنچے ہین،

۵۔ عمر خیام کی متعدد علمی تصانیف تھین جنمین سے صرف دو مکمل صورت مین ہم تک پہنچی ہین، ان مین

سے ایک جبر و مقابلہ مین ہے جو فرنچ ترجمہ کے ساتھ شائع ہو چکی ہے اور دوسری اقلیدس کی تعریفون پر، اس کا قلمی نسخہ لیڈن مین ہے،

رہا فٹز جیرلڈ کے ترجمہ کا سوال، سو دنیا جانتی ہے کہ اس نے کوئی لفظی ترجمہ نہین کیا، بلکہ بعض جگہ تو ایک سے زیادہ رباعیون کو ملا دیا، اسکے علاوہ مسٹر ہرن ایلن (Mr. Heron Allen) نے عمر خیام کی رباعی کا نثر مین ترجمہ کر کے یہ صاف طور سے بتا دیا ہے کہ فٹز جیرلڈ نے کس رباعی کا کس طرح ترجمہ کیا ہے،

اس کے بعد ڈاکٹر راس نے لائق پروفیسر کو نہایت ہی سنجیدگی سے یہ بتایا ہے کہ رباعی کسی بیاض کو نہین کہتے بلکہ وہ ایک صنف شاعری ہے اور اسی کی جمع رباعیات ہے، اکثر شعراء نے رباعیان لکھی ہین اور ان کی وفات کے بعد وہ جمع کیگئی ہین،

اسی سلسلہ مین یہ بھی بتا دینا چاہیئے کہ یہ کیمبرج کے پروفیسر کاول ہی تھے جو انگلستان کے بہترین و قابل فخر مستشرقین مین سے ہین، جنھون نے فٹز جیرلڈ کو عمر خیام سے روشناس کیا، اور اس کے مطالعہ مین اسکی مدد کی، تاہم فٹز جیرلڈ نے بعض مواقع پر فارسی نہین سمجھی، چنانچہ اسکی بعض رباعیان فارسی کا غلط ترجمہ ہین، مثلاً ایک رباعی مین اس نے "صحرا" کے معنی دشت و بیابان کے لیے ہین، اور تنہائی کا مفہوم پیدا کرنے کی کوشش کی ہے، حالانکہ وہان پر اُس سے مقصد دیہات کی کھلی فضا ہے،

کیا ہمارے وہ دوست جو یورپ کے ہر شائع ہونے والی تحریر کو دقیع و صحیح تر سمجھتے ہین ڈاکٹر ملر کے واقعہ سے عبرت حاصل کرین گے،

مسلمانانِ روس

مسلم کرانیکل کلکتہ کا ہفتہ وار اخبار ہے، ایک سال سے بھی کم عرصہ مین اس نے اپنی بلندی معیار، سنجیدگی بیان، صحت رائے، وسعتِ معلومات اور ادبی چاشنی کی وجہ سے ہندوستان کے

انگریزی صحائف مین خاص درجہ حاصل کر لیا ہے، اسی رسالہ کے ۵ فروری کی اشاعت مین مشہور مسلم انگریز خالد شلڈرک نے اڈیٹر کی درخواست پر مسلمانِ روس کی حالت پر تین حیثیتون سے روشنی ڈالی ہے، یعنی آبادی، تعلیم، اخبارات۔

آبادی

۱۹۲۶ء مین جو مردم شماری ہوئی تھی اس کے مطابق ریاستہائے متحدہ روس مین مسلمانون کی تعداد ۱۶۸۰۰۰۰۰ ہے، اس کے ساتھ یہ بات بھی ملحوظ خاطر رکھنی چاہیئے کہ مردم شماری قومی اصول پر کیگئی ہے، اس لیے اس مین وہ مسلمان شریک نہین ہین جو قومی حیثیت سے ایک دوسرے مذہب کی اکثریت والی جماعت مین شریک ہین، یہ ۱۲ فیصدی کا تناسب جو مجموعی تعداد کے اعتبار سے مسلمانون کو دیا گیا حقیقۃً کم ہے، مندرجہ ذیل اعداد مسلم نسلون کا حال بہتر ظاہر کرتے ہین،

نسل	فیصدی	نسل	فیصدی
تاتار	۳٫۷	کلمک، بریت، یاقوت،	٫۴
کرغزی	۳٫۱	ازبک و ترکمان	۲٫۶
بشکر	۱٫۲	چرکس وغیرہ	٫۱

میزان ۱۲٫۰

تعلیم

مندرجہ ذیل نقشہ ظاہر کرتا ہے کہ فی ہزار مسلمانون مین کتنے مسلمان تعلیم یافتہ ہین،

نسل	تعداد فی ہزار	نسل	تعداد فی ہزار
تاتار	۱۸۹	بشکر	۹۲
مغل	۱۶۳	چرکس	۵۰
روستائن	۱۶۰	کلمک	۴۳
ترکمان	۵۶	کاربار دین	۲۱
کرغزی	۲۵	۔	″

قبل از جنگ کی حالت سے موازنہ کیا جائے تو پتہ چلیگا کہ تعلیمی حیثیت سے مسلمانون نے خاصی ترقی کی ہے، قبل از جنگ مین موجودہ جمہوریہ تاتار کے علاقہ مین کل ۱۲۶۲ مدرسے تھے، ان مین سے ۱۱۴۸ روسی تھے، ۲۵ تاتاری اور ۸۹ دوسری اقوام کے۔

اب (جنوری ۱۹۲۶ء) اسی علاقہ مین ۲۰۰۵ صرف ابتدائی مدارس ہین جن مین ۴۹ فیصدی تاتاری ہین، ان مین ۴۰۰۰۰ طلبہ پڑھتے ہین، ان کے علاوہ ۲۰۵ مدارس ثانویہ ہین، ان کے طلبہ کی تعداد ۲۲۳۴۴ ہے، ۲۶ مدارس سات سال کے بچون کے لیے ہین، اور ان مین ۸۲۱۹ طلبہ ہین، ۷۴ مدارس نو سال کے لڑکون کیلئے ہین اور ان مین ۸۹۲۷ ہین، ۱۱ مدارس نوجوان کسانون کے لیے ہین، اور ۱۴ مکتب چھوٹے بچون کے لیے ان مین سے ۱۰ تاتاری ہین،

اعلیٰ تعلیم کی حیثیت سے کالجون، جماعتی مدرسون اور انجمنون مین ۲۹۳۸ تاتار، ۳۶۸۰ روسی اور ۶۰۱ دوسری اقوام کے طلبہ ہین، یہان کے چار وجامعون کے طلبہ کی تعداد ۶۶۰۴ ہے، ان کے ساتھ تین سو دیہاتی تعلیمی گھر ہین، ۱۶۵۰ انجمنین جہالت کو دور کرنے کے لیے ہین، ۴۸۰ کتب خانے اور ۱۲۲ مدارس اساتذہ ہین ان کے علاوہ تھیٹر، بائسکوپ وغیرہ بھی اپنا اشاعتِ تعلیم کا فرض انجام دے رہے ہین،

اس علاقہ مین جو آج وسط ایشیائی جمہوریہ کے نام سے معروف ہے، قبل از جنگ مسلمانون کیلئے تین سو مدارس اور تقریبًا تین سو مسلم طلبہ دوسرے مدرسون مین بھی ہونگے، اب ان کی تعداد کا یہ حال ہے،

مدارس	تعداد		تعداد طلبہ
مسلم مدارس	۶۷۳	تعداد طلبہ	۴۵۰۰۰
محکمہ تعلیم معاشری کے مدارس	۱۵۹۶	″	۹۱۶۲۱

محکمہ تعلیم سیاسی	۴۴	تعداد طلبہ	۲۳۷۰
صنعتی مدارس	۲۹	"	۳۴۶۵

جمہوریہ بریت مین تو پہلے ہی سال تعلیم عام کردیگئی اور امید ہے کہ سنہ ۳۲-۱۹۳۳ء تک یہ کام مکمل ہوجائیگا، سنہ ۲۵-۱۹۲۴ء مین ۵۵ مدارس تھے جو سنہ ۲۶-۱۹۲۵ء مین ۶۰ ہوئے اور اب سنہ ۲۷-۱۹۲۶ء مین ۴۲۲ ہونگے اور سنہ ۳۲-۱۹۳۳ء تک ان کی تعداد ۸۰۰ تک پہنچ جائے گی، اس کے علاوہ دو مدارس اساتذہ وغیرہ بھی ہین،

جنوبی اوستائن مین بیزانیہ کی نصف رقم قومی تعلیم پر صرف کیجاتی ہے، عہد زار مین یہان کل ۸ مدارس تھے اور اب ۱۴۷ ہین ان کے علاوہ جاہلون کے لیے ۱۵۰ مرکز قائم کئے گئے ہین اس کے علاوہ اہم ترین بات یہ ہے کہ خود اسی زبان مین درسی کتابین لکھی جارہی ہین، رہا چرکسی علاقہ سو یہان بھی کافی تعلیمی ترقی ہوئی ہے،

اخبارات

جمہوریۂ تاتار مین ۱۰ اخبارات ہین، ان مین سے ۷ تاتاری زبان مین ہین، مرکزی دارالاشاعت جو اخبارات شائع کرتا ہے ان مین مندرجہ ذیل قابلِ ذکر ہین:-

۱- یشے، ہفتہ مین ۵ بار تعداد اشاعت تقریباً ۴ ہزار ،

۲- اگن شلیار (کسانون کا ہفتہ وار اخبار) " ۸ ہزار ،

۳- یش یشے، ہفتہ وار اخبار " ۲۵۰۰ ہزار ،

۴- کشں کنیا اید نشلیار، ماہوار رسالہ " ۲۵۰۰ ہزار ،

ان کے علاوہ متعدد مرکزی تاتاری شہرون سے متعدد اخبارات شائع ہوتے ہین،

ہم یہ بھی بتادینا چاہتے ہین کہ تاتاری زبان مین معاشرت، سیاسیات، اقتصادیات، افسانہ وغیرہ پر بہت سی کتابین شائع ہوچکی ہین، اور ادبیات، فنون لطیفہ، علوم، لغات، درسی کتابون کا بھی بڑا ذخیرہ جمع ہوگیا ہے،

بالشوک حکومت نے مذہبی معاملات مین ہر شخص کو کامل آزادی دے رکھی ہے، اور پیروانِ اسلام کو بھی یہ مراعات حاصل ہے،

معارف:- مضمون بالا پر ایک عنوان اور بڑھانے کے لائق ہے، اور وہ روس کی اسلامی جمہوریتون کا بیان ہے، اڈیٹر معارف کو پہلے سفر جدہ مین جب روسی مسلمان بالشویک سفیر حکیمی سے ملنے کا اتفاق ہوا تھا، تو ان سے یہ فہرست حاصل کی تھی، اس وقت روس مین حسب ذیل اسلامی جمہوریتین ہین جنکی بنا قومی نسل پر رکھی گئی ہے۔

۱-	تاتارستان	پایہ تخت	شہر قازان
۲-	باشقردستان	"	شہر اوفا
۳-	قرغزستان یا قزاقستان	"	شہر اورنبرگ
۴-	کریمیا	"	شہر سیمفروپل
۵-	داغستان	"	شہر ولادی قفقاز
۶-	آذربائجان	"	شہر باکو
۷-	آجارستان	"	شہر باطوم
۸-	اوزبکستان	"	شہر سمرقند
۹-	ترکمانستان	"	عشق آباد
۱۰-	تاجیکستان	"	خجند
۱۱-	خیوا	"	شہر خیوا (خوارزم)

ین "

اخبار علمیہ

لندن کی تصویری نمائش، ان دنون لندن کے ایک مشہور مکان برلنگٹن مین فلیمی اور بلجین مصورین کے شہ کارون کی نمائش ہو رہی ہے، یورپ کی پانچ حکومتون نے اس مین حصہ لیا ہے، ان کے علاوہ امریکہ کے شوقین کروڑپتیون نے بھی اس کو کامیاب بنانے کی کوشش کی ہے، اندازہ کیا گیا ہے کہ ان تصاویر کی مجموعی قیمت ایک کرور پونڈ یعنی تقریباً ۱۴ کرور روپیہ ہوگی، ان مین قرون اولیٰ کی جو تصاویر ہین، وہ مذہبی ماحول و اثرات کو بہت نمایان طریقہ سے ظاہر کرتی ہین،

گھاس کی گھڑی، اخبار ڈیلی میل کے نامہ نگار خصوصی نے اپنے اخبار کو سٹراز برگ سے مطلع کیا ہے کہ مقام گوسلر (ہنوور) کے ایک گھڑی بنانے والے کارل زشرٹ (جرمنی) نے دو سال کی مسلسل محنت کے بعد گھاس کی ایک گھڑی بنائی ہے جس کا نہ صرف چہرہ اور سوئیان گھاس کی ہین، بلکہ اس کا ڈھانچہ گھنٹہ اور تمام دوسرے پرزے بھی اوسی کے ہین، گھڑی صحیح وقت دیتی ہے،

اسی سلسلہ مین یہ معلوم کرنا بھی دلچسپ ہوگا کہ اہل جرمنی نے ہاتھ گھڑی کے عوض آستین گھڑی ایجاد کی ہے، وہ کف مین بٹن کی جگہ لگائی جاتی ہے، اگرچہ وہ بہت چھوٹی چیز ہے لیکن وقت نہایت صحت کیساتھ دیتی ہے،

ٹائپ رائٹر اور نقاشی، ازنگرام کی مجلس بلدیہ کے ہائی اسکول کے مدرس تجارت نے

ٹائپ رائٹر کے ذریعہ تصویر بنا کر اپنی مہارت تامہ کا ثبوت دیا، حال ہی مین اونکی اس طرح کی بنائی ہوئی مسٹر تلک اور بنگالی شاعر رابندرو ناتھ ٹیگور کی تصاویر رسائل نے شائع کی ہے ان کا نام مسٹر ایم وی مبارا ؟ ہے، اسی طرح ایک بنگالی نوجوان بابو گوپی ناتھ گھوش نے بھی ٹائپ رائٹر کے ذریعہ تصویر بنانے مین کامیابی حاصل کی ہے،

ارتقار لاسلکی کا ایک اور قدم، اس وقت لاسلکی طریقہ سے تار، ٹیلیفون، تصویر کشی، دستخط وغیرہ کی ایجاد تو ایک واقعی حقیقت ہو چکی ہے، چنانچہ امریکہ و انگلستان سے لاسلکی ٹیلیفون پر گفتگو ہوتی ہے، تصاویر لیجاتی ہین، مگر اب بعض علمائے برقیات نے دعویٰ کیا ہے کہ وہ اسی سلسلہ مین ایسے آلات ایجاد کرنے مین عنقریب کامیاب ہونے والے ہین، جنکے ذریعہ ایک بولنے والا دوسرے کو دیکھ بھی سکیگا، اسطرح ہندوستان کا ایک مجمع پارلیمنٹ کی تقریر ہی نہین سنے گا بلکہ اوس کے ارکان، اور مقررین کی ادا و حرکت کو بھی دیکھ سکے گا،

امریکن پولیس کا نیا حربہ، اس وقت تک پولس کے سپاہی کو قیام امن و امان کے لئے ڈنڈون، بندوقون، اور پستولون سے کام لینا پڑتا تھا، جنسے اکثر جانون کے تلف ہونے کا افسوس ناک نتیجہ پیدا ہوتا تھا، اس لیے اب ان چیزون کی جگہ ان کو ایک چھوٹا سا بکس اور بم دیا جاتا ہے، اس بکس مین ایک قسم کی گیس ہوتی ہے، جنکے ذریعہ ایک مجمع کو کچھ دیر کے لیے بے بصر کر دیا جا سکتا ہے، اسی طرح ایک فاونٹین پن بھی ایجاد ہوا ہے جس کے اندر اسی قسم کی گیس بھری رہتی ہے اور چور اور ڈاکو کو اس کے ذریعہ بدحواس کر کے فوراً گرفتار کر لیا جا سکتا ہے، اسی قسم کی ایک چھوٹی سی بندوق بھی بنائی گئی ہے، جس کے ذریعہ وہی گیس مجمع پر چھوڑی جا سکتی ہے، اس بندوق سے ایک مرتبہ مین ۲ ہزار کے مجمع کو

بے دست و پا بنا دیا جا سکتا ہے،

ہندوستان اور موٹر کے اخراجات، دنیا کے دوسرے ممالک کی طرح ہندوستان میں بھی موٹر کی عام کثرت ہوتی جا رہی ہے، گذشتہ تین سال کے صرف سات سات مہینون یعنی پہلی اپریل سے ۳۱ اکتوبر تک جتنی موٹرین آئی ہین، انکی قیمت سے معلوم ہوگا کہ غریب ہندوستان کا کتنا روپیہ صرف موٹر کی خریداری کے نذر ہو رہا ہے،

سنہ ۱۹۲۴ء . . . . ۱۲۱۱۰۷۵۵ . . . . . . روپیہ

سنہ ۱۹۲۵ء . . . . ۱۳۰۱۸۴۴۰ . . . . . . ”

سنہ ۱۹۲۶ء . . . . ۱۵۲۳۶۴۹۵ . . . . . . ”

یہ موٹرین ریاستہائے متحدہ امریکہ، کناڈا، برطانیہ، بلجیم، فرانس، اطالیہ وغیرہ سے آئی ہین، لیکن اولیت کا درجہ امریکہ کو حاصل ہے، ان موٹرون مین سے ۳۰ فیصدی بنگال مین، ۲۹ فی صدی بمبئی مین، سندھ ۵ فیصدی، مدراس ۱۵ فی صدی، اور برما ۱۱ فی فیصدی کا خریدار ہے،

اسی کے ساتھ ان تین برسون کی موٹر سائیکلون کی جو ہندوستان آئین قیمت معلوم کر لیجے،

سنہ ۱۹۲۴ء . . . . . ۵۴۱۷۴۱ . . . . . . روپیہ

سنہ ۱۹۲۵ء . . . . . ۴۶۷۱۰۸ . . . . . ”

سنہ ۱۹۲۶ء . . . . . ۶۰۷۶۲۳ . . . . . ”

انھین تین برسون مین صرف ان دو چیزون کی خریداری کی بدولت مفلس ملک کا ۴۱۹۸۲۱۶۲ روپیہ باہر چلا گیا، نہ معلوم وہ دن کب آئے گا جب اس ملک کے امرا کو اسکی صنعت و حرفت کی طرف توجہ ہوگی

برطانیہ مین بیکاری، اگرچہ حکومت برطانیہ اور سرمایہ دار جماعت دونون برطانوی صنعتون کی

ترویج و توسیع مین انتہائی کوشش کر رہی مین لیکن اس کے باوجود وہان بیکارون کی تعداد برابر بڑھ رہی ہے، چنانچہ گذشتہ ماہ مین انکی تعداد ۰۰۵۸۰۹۴۱ تھی، یہ تعداد اپنے ایک ہفتہ ماقبل کی تعداد ۱۱۴۴۷۵۳ اور ایک سال پہلے کی تعداد سے ۲۴۴۰۹۴ زیادہ ہے،

آلۂ جذبات نما کی ایجاد، پروفیسر اے، وی، ہل نے رائل انسٹیٹیوٹ کی تقریرون کے سلسلہ مین ایک ایسے آلہ کا تعارف و تجربہ کرایا جو ان مختلف حالتون کو جو اعصاب مین مختلف جذبات کی بنا پر پیدا ہوتی ہین صاف ظاہر کرتا ہے،

پروفیسر ہل کا ایک رفیقِ کار بانی کے ذریعہ بیالون مین ہاتھ ڈالکر بیٹھ گیا، یہ پیالے ایک برقی سلسلہ سے متعلق تھے، جو اس آلہ سے جو قوتِ مقاومہ کی پیمائش کا ہے ملا ہوا تھا، یہ آلہ امتحان کے وقت ایک ترازو پر خاص قسم کی روشنی ڈالتا ہے، اس رفیقِ کار کی عدم واقفیت مین ایک برقی بلب زمین پر پٹک دیا گیا، ایک سخت دھماکہ ہوا معمول چونک پڑا اور وہ نقطۂ نور متحرک ہوگیا، پروفیسر ہل کا دعوی ہے کہ اس آلہ کے ذریعہ ہر شخص کے راز نہ صرف معلوم کئے جا سکتے ہین بلکہ ان کا اقرار کرایا جا سکتا ہے،

جہازی یونیورسٹی:- کچھ عرصہ سے امریکہ مین ایک انجمن قائم ہوئی ہے، اس نے ایک جامعہ کی بنا ڈالی ہے جو مقامی ہونے کی بجائے سفری ہے، اس انجمن کا خیال ہے کہ تعلیم صرف کتابون کے پڑھنے کا نام نہین بلکہ اس مین مشاہدۂ عالم کا ایک بڑا عنصر بھی ہونا چاہیئے، چنانچہ اس نے اسی غرض سے ایک بہت بڑا جہاز بنوایا، اس مین دار الاقامہ ہے، درس کے کمرے ہین علمی معمل ہین، کتب خانہ ہے، اس جہاز کا نام رنڈم (RIMDAM) ہے، یہ جہاز امریکہ سے جاپان، چین، سیام، مشرقی جزائر ہند، سنگاپور اور سیلون ہوتا ہوا گذشتہ ماہ بمبئی پہنچا تھا، اس وقت اس مین ۷۶ اساتذہ ۴۸۸ طلبہ (جنمین لڑکے اور لڑکیان دونون ہین) اور جنکی عمر ۱۸، ۲۴ کے درمیان ہے اور ۲۵۴ جہازی ہین، اسی جہاز پر کھیل کا میدان بھی ہے، سب سے بڑھکر بات یہ ہے کہ خود اسی جہاز پر سے ایک اخبار بھی شائع کیا جاتا ہے،

”ن“

ادبیات

سرودِ شعر

از

پروفیسر محمد اکبر منیر، ملتان گورنمنٹ کالج

"ہمارے دوست اب تک جدید ایرانی شاعر تھے، لیکن وہ اب اس رنگ کو فارسی سے اردو مین منتقل کر رہے ہین اور یہ کلام اس کا پہلا نمونہ ہے، موصوف کے فارسی کلام کا مجموعہ "ماہ نو" کے نام سے زیر طبع ہے۔

"معارف"

بلبلِ آسمان ہون مین نغمۂ جاودان ہون مین مہر ہون کہکشان ہون مین تیغ جہانستان ہون مین

حسن کا رازدان ہون مین عشق کی داستان ہون مین زندگیِ عیان ہون مین زندگیِ نہان ہون مین

بلبلِ آسمان ہون مین نغمۂ جاودان ہون مین

ہستی کو ہمار ہون مستیِ جوئبار ہون سینۂ رازدار ہون دیدۂ غمگسار ہون

پیکِ وفا شعار ہون خنجرِ آبدار ہون آتشِ کارزار ہون موسمِ نوبہار ہون

بلبلِ آسمان ہون مین نغمۂ جاودان ہون مین

حسن ہے میری آرزو عشق ہے میری آبرو آئینہ سا ہے زندگی، دیدۂ دل کے روبرو

بزمِ جہان مین کو بکو باغ بباغ جو بجو رہتی ہے اسکی جستجو رہتی ہے اس کی گفتگو

بلبلِ آسمان ہون مین نغمۂ جاودان ہون مین

بالگیِ خیال ہون سادگیِ غزال ہون آئینۂ جمال ہون آئینۂ جلال ہون

حسن ہون خط و خال ہون عشق ہون ذوق و حال ہون انجمنِ وصال ہون دولتِ لازوال ہون

بلبلِ آسمان ہون مین نغمۂ جاودان ہون مین

مین ہون جہانِ دلبری مین ہون نشانِ سروری بتگری و مصوری حور و فرشتہ و پری

اختر چرخ چنبری جلوۂ مہرِ خاوری آئینۂ سکندری معجزۂ پیمبری

بلبلِ آسمان ہون مین نغمۂ جاودان ہون مین

میری نگہ پہ ہے عیان بزمِ مکان و لا مکان فرش و فضائے خاکدان عرش و بساطِ آسمان

قومون کا ہون مین رازدان قومون کا ہون مین پاسبان مین ہون درائے کاروان مین ہون نوائے جاودان

بلبلِ آسمان ہون مین نغمۂ جاودان ہون مین

جلوہ ہون نور ذات کا آئینہ ہون صفات کا، عکس ہون شش جہات کا نقشہ ہون کائنات کا

تبکدۂ ممات کا کشمکشِ حیات کا باغ کے پات پات کا بزم کی بات بات کا

بلبلِ آسمان ہون مین نغمۂ جاودان ہون مین

میکدۂ وجود ہون جلوہ گہِ شہود ہون بارگہِ درود ہون بارگہِ سجود ہون

حسن کا تار و پود ہون شعلۂ ہست و بود ہون زندگی کی نمود ہون زندگی کا سرود ہون

بلبلِ آسمان ہون مین نغمۂ جاودان ہون مین

ڈھونڈے ہے تیری سادگی نقش و نگارِ زندگی دیکھ کہ ہون مین سربسر آئینہ دارِ زندگی

میرے نفس کی آگ ہے جنبشِ تارِ زندگی مین ہون شرارِ زندگی مین ہون بہارِ زندگی

بلبلِ آسمان ہون مین نغمۂ جاودان ہون مین

کہتے ہین لوگ زندگی ایک عجیب خواب ہے کوئی کہے سراب ہے کوئی کہے حباب ہے

مین کہون آفتاب ہے جامِ شرابِ ناب ہے جوئے روانِ آب ہے پیکرِ انقلاب ہے

بلبلِ آسمان ہون مین نغمۂ جاودان ہون مین

زندگی ایک جنگ ہے عرصۂ نام و ننگ ہے تو کہے راہِ سنگ ہے تیرہ و تار و تنگ ہے
مین کہون آب گنگ ہے جلوۂ رنگ رنگ ہے مرد کو عود و چنگ ہے بزدلون کو نہنگ ہے

بلبلِ آسمان ہون مین نغمۂ جاودان ہون مین

مین ہون پیامِ زندگی تو ہے قیامِ زندگی مین ہون حسامِ[۱] زندگی تو ہے نیامِ زندگی
پی لے جامِ زندگی دیکھ خرامِ زندگی حسن تمامِ زندگی نورِ دوامِ زندگی

بلبلِ آسمان ہون مین نغمۂ جاودان ہون مین

عارفِ بزمِ راز ہو زندگی کی نماز ہو حسن ہو جان نواز ہو عشق ہو جان گداز ہو
تازہ ہو یا نیاز ہو غزنوی ہو ایاز ہو قلب نوا طراز ہو دیدۂ پاکباز ہو

بلبلِ آسمان ہون مین نغمۂ جاودان ہون مین

حسرت موہانی

از جناب جلیل صاحب قدوائی. بی اے (علیگ)

اس سردی کے دنون مین حسرت موہانی صاحب کی یاد تعجب انگیز ہے، شاید اسی سے حضرت حسرت مین نئی گرمی پیدا ہو سکے،

"معارف"

اے وہ کہ ترے سخن نے کی ہے غمازیِ سوزشِ نہانی!
تیری جوئے سخن سے اُبلا سرچشمۂ بادۂ جوانی
پژمردہ رگون مین ہے تری خون اور خون مین گرمیِ روانی

[۱] تلوار

صحرا کو بنا دیا ہے گلزار اللہ ری تری خون فشانی
تو رمز شناسِ عاشقی ہے، ہے درد بھری تری کہانی
ہر نقش مین زخمِ دل ہویدا اللہ ری سوزشِ نہانی
نغمون مین بھی اک تڑپ ہے پیدا اللہ ری ترا غمِ نہانی
ترے ہر شعر مین ہے پنہان پیغامِ حیاتِ جاودانی
نالون مین ترے نہ کیون اثر ہو ہے داغِ جگر کی یہ نشانی
تیری رنگینیون مین پنہان اندازِ نظیری و فغانی
تیری صناعیون کے آگے وہمِ باطل ہے نقشِ مانی
اس ملکِ سخن مین تو ہے یکتا اردو مین ہے کون تیرا ثانی؟
اس دل کو ترے سخن کی گرمی ہے ماحصلِ حیاتِ فانی
اربابِ کمال مین تری قدر افسوس یہی کہ کم نے جانی
ناقدر شناس ہند مین کون سنتا ترے درد کی کہانی
بے حس ہے ابھی فضائے اردو ہوگی کبھی تری قدردانی
تو خلد برین کا میہمان ہے ہوگی وہین تری میہمانی

کیون چپ ہے تو بہت دنون سے اے طوطیِ گلشنِ معانی!
پھر روح کو محو ساز کر دے پھر چھیڑ کوئی نئی کہانی

ہو جائین دلون سے دور صدمے
خاموش فضا مین بھر دے نغمے!

باب التقریظ والانتقاد

نبراس الساری فی اطراف البخاری،

حدیث نبوی کی کتابون مین جامع بخاری کا جو درجہ ہے وہ قرآن پاک کے بعد کسی اسلامی کتاب کو حاصل نہین ہے، صحاح ستہ کی ہر کتاب اپنا ایک خاص موضوع رکھتی ہے، جامع بخاری کا موضوع یہ بتانا ہے کہ ہر حدیث اپنے اندر مختلف احکام، اصول، نکات، اور علمی پیغام رکھتی ہے، اسلیے امام صاحب کو اکثر و بیشتر ایک حدیث کے مختلف اطراف واجزا، کو متعدد ابواب مین بکھیر دینا پڑا ہے، اس سے دشواری یہ پیدا ہوتی ہے کہ جن لوگون کو حدیث کی ہر روایت پر اور اس کے ہر جز پر یکجا غور کرنے کی ضرورت ہوتی ہے، ان کے لیے بخاری شریف کا سرسری مطالعہ کافی نہین ہو سکتا، اور ایک ایک حدیث کے تمام طرق روایت اور اجزاء کے یکجا کرنے مین گھنٹون بلکہ دنون لگ جاتے ہین،

اس لیے ہر زمانہ مین اسکی ضرورت محسوس کیگئی ہے کہ بخاری کے اطراف پر مستقل تصنیفین ہون، لیکن قدما، نے بخاری و مسلم دونون کی اطراف، الصحیحین ایک ساتھ لکھین، حافظ ابو مسعود دمشقی، حافظ ابن حمدون واسطی، حافظ ابو نعیم اصفہانی، اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے صحیحین کی اطراف لکھی تھی، مگر اول تو یہ کتابین خود ناپید و نایاب ہین، دوسرے یہ کہ وہ مستقل بخاری کی اطراف نہین اس کمی کو ہمارے عہد کے ایک عالم جناب مولانا ابو سعید محمد عبد العزیز صاحب خطیب جامع مسجد گجرانوالہ (پنجاب) نے پورا کیا ہے، اور نبراس الساری فی اطراف البخاری لکھکر طالبان حدیث کی ایک اہم ضرورت کا علاج کیا ہے، یعنی صحیح بخاری کی ہر روایت کے تمام طرق کو خاص ترتیب کیساتھ یکجا کر دیا ہے، جس سے گھنٹون اور دنون کا

قطعہ تاریخ وفات شاد عظیم آبادی مرحوم

از حضرت ارمان شاہ آبادی متعلم نیو کالج پٹنہ،

ارمان صاحب نے ۹۰ شعر کا طویل قطعہ مرثیہ کی صورت مین اس واقعہ پر لکھکر ہم کو بھیجا ہے جس کے لئے افسوس ہے کہ معارف کے صفحات مین گنجائش نہ تھی، مگر تاریخ کا مادہ ارمان صاحب کو ایسا اچھا ہاتھ آیا ہے کہ ہم ناظرین معارف کو اس سے محروم نہین کر سکتے۔

ہائے دنیا سے چل بسے! افسوس	خان بہادر علی محمد شاد
حق بجانب ہو گر ہو اس غم مین	ایک ماتم سرا عظیم آباد
بلکہ سارا بہار ہے محزون	کہ یہ ہے اک بہت بڑی افتاد

ہے جو ارمان تجھے بھی شاد کا غم،
فقرۂ سال فوت لکھ غم شاد حیف

۱۳۴۵ھ

نفسیات ترغیب

مصنفہ

پروفیسر تاج الدین صاحب اورنگ آباد دکن

کسی انسان کو کسی کام یا چیز یا تحریک کیلئے ہم کیونکر آمادہ کر سکتے ہین، اور اسکو ترغیب اور شوق دلا سکتے ہین اسکے نفسیاتی اصول کیا ہین، اس کتاب مین انھین اصول کی تشریح ہے، تجارت، اشتہارات اور تقریر و وعظ مین ہر جگہ ان اصول کی رعایت کی ضرورت ہے اسلئے تجارت کے مشتہرین، واعظین، مدرسین اور وکلا سب کو اس کتاب کی ضرورت ہے، قیمت عہ

کام منشون مین انجام پانے لگا، اس زمانہ مین جبکہ اس قسم کی محنت اور کاوش کا کام شاذ ونادر ہی ہوتا ہے، مولانائے ممدوح کی یہ محنت اور جانکاہی ہر طرح قابل داد اور تمام اہل علم کے شکریہ کی مستحق ہے،

ہم نے اس کا مطالعہ کیا ہے، اور جابجا سے اس کے حوالون کو ملایا بھی ہے، کہین سے کوئی اختلاف نہین ملا، کتاب کے شروع مین ۸ صفحون کے اندر جناب مصنف نے اپنا اصول بھی بتا دیا ہے، اور انھین اصول کو اس اشتہار مین بھی دہرایا ہے جو اس کتاب کے ساتھ ہم کو ملا ہے، سرسری طور پر ان اصول کا ذکر کر دینا ضروری ہے،

۱- بخاری مین جس قدر حدیثین اس قسم کی ہین جو مفہوم کے اعتبار سے واحد ہین، یا ایک حدیث دوسری حدیث کا شطر (ٹکڑا) یا طرف (جزء) ہے اور اس کا راوی ایک ہی صحابی ہے تو ان سب کو ایک حدیث قرار دیکر اس باب کے ماتحت درج کیا ہے جسمین سب سے پہلے وہ حدیث وارد ہوئی ہے، پھر اسی موقع پر یہ بھی بتا دیا ہے کہ فلان فلان ابواب مین یہ حدیث ہے، اور اس کے ساتھ ساتھ بخاری شریف (غالباً مصححہ مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری) اور فتح الباری اور عینی کے صفحات کا حوالہ بھی دیا ہے، پھر جہان جہان اس حدیث پر دوبارہ گذرنا پڑا ہے وہان بتا دیا ہے کہ فلان موقع پر اس حدیث کا حوالہ گذر چکا،

۲- مختلف علامات کے ذریعہ سے انھون نے ہر حدیث کے طرق روایت کی طرف بھی اشارہ کیا ہے، ہر دو طرق کے رواۃ ایک ہون تو ھ شیخ اول کے علاوہ سارے رواۃ ایک ہون تو صـ صرف صحابی پر اتفاق ہو تو مـ صحابی اور تابعی پر اتفاق ہو تو عـ اور اس سے نیچے بترتیب سـ مـ سـ کی علامتین مقرر ہین،

۳- جن تعلیقات کو دوسرے مقامات پر امام صاحب نے موصول بیان کیا ہے، ان کے متعلق ایسے ہی مقام کا حوالہ دیا ہے جس کے الفاظ معلق حدیث کے الفاظ سے زیادہ موافق ہین،

۴- جہان کہین متابعات کے مواضع کا ذکر ضروری سمجھا ہے وہان ان کا بھی ذکر کر دیا،

۵- کسی حدیث کے حوالہ یا تتبع مین جہان کہین ائمہ و شراح سے کچھ لغزشین ہوئی ہین، ان کو بھی

بتایا گیا ہے اس کے علاوہ اور بھی ضروری اشارات ہین جن سے طالب حدیث کو بہت کچھ فوائد حاصل ہو سکتے ہین،

طباعت اور کتابت کے لحاظ سے بھی یہ کتاب قابل قدر ہے، شاذ ونادر مواقع پر تصحیح اور کتابت کی غلطیان بھی رہ گئی ہین، لیکن جناب مصنف نے خود قلم سے ان مواقع کی اصلاح کر دی ہے، صفحہ ۱۸۹ سطر ۲ کے متعلق انھون نے خود ہی یہ اطلاع بھی کر دی ہے کہ (وقد اشترط عمر) کی بجائے (لان عمر وقت) پڑھنا چاہئے،

اب تک ہمارے سامنے نبراس الساری کا پہلا حصہ ہے جس مین آغاز کتاب باب بدء الوحی سے لیکر باب اتیان الیہود النبی صلعم حین قدم المدینۃ تک کی حدیثون کا پتہ بتایا گیا ہے، اس حصہ کی قیمت عہ ہے، دوسرا حصہ ابھی پریس سے باہر نہین آیا ہے، اسلیے اسکی صحیح قیمت نہین معلوم لیکن پہلی جلد کے اندازہ پر کہا جا سکتا ہے کہ اسکی قیمت بھی عہ یا عہ ہوگی، بااین ہمہ جو اصحاب اس پہلی جلد کی قیمت کے ساتھ عہ اور بھیجدینگے دوسری جلد اسی قیمت پر ان کو ملجائے گی، دوسری جلد کے خریدار کیساتھ ایک رعایت یہ بھی کیگئی ہے کہ جو لوگ ابھی سے اطلاع دیدینگے کہ چھپ جانے کے بعد ان کے نام وہ بھیج دی جائے ان سے ۸ر اس وقت کی قیمت سے کم لیا جائے گا،

آخر مین ایک بات ہم کو جناب مصنف سے یہ عرض کرنی ہے، کہ دوسری جلد کے ساتھ، فہرست ابواب اور غلطنامہ بھی ضروری ہے، امید یہ ہے کہ ذی علم طبقہ مین یہ کتاب نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھی جائے گی،

جناب مولانا انور شاہ صاحب مدرس اول دار العلوم دیوبند نے اس پر اردو مین تقریظ لکھی ہے، اور وہ اخبارات مین چھپ گئی ہے، پتہ :- جناب مولانا عبد العزیز صاحب خطیب جامع مسجد گوجرانوالہ

"م"

نسیم عرفان

ایک زمانہ تھا کہ اردو شاعری صوفیائے کرام کی حقیقت آشنا نواسنجون سے معمور تھی، خواجہ درد، مرزا مظہر، میر اثر، شاہ گلشن، شاہ نیاز وغیرہ عرفا کے کلام سے ہماری زبان فیوض و برکات اور حقائق

(معارف سے مالامال ہورہی تھی، پھر کچھ ایسا انقلاب آیا کہ یہ صرف "حسن رہگذر" اور "عشق سرِ راہ" کے عامیانہ جذبات کے لیے رہ گئی، اور اس پورے دور مین حضرت آسیؔ کے سوا کوئی دوسرا عارف سخنو ہماری زبان مین پیدا نہ ہوا، ادھر چند برسون مین متعدد نوجوان شعرا ابھرے ہین، جنکی زبان سے بھی کبھی کبھی دانستہ یا نادانستہ معرفت وحقیقت کے ترانے بلند ہوتے ہین، مگر افسوس ہے کہ وہ ان کا قال ہے، حال نہین، وہ سنی سنائی باتین ہین، جانی بوجھی حقیقتین نہین، اسلیے وہ اس اثر اور اخلاص سے خالی ہین، جو ایک صاحب باطن کے کمال کا شیوہ ہے،

ابھی حیدر آباد سے ایک بزرگ کا مختصر مجموعۂ کلام موصول ہوا جسکا نام نسیمِ عرفان ہے، معلوم ہوا کہ ابھی دنیا ان پرکیف ہستیون سے خالی نہین، بات یہ ہے کہ یہ مقدس ہستیان، ابنائے زمانہ کے ذرائع شہرت سے نفور ہین اور پرانا ذوق اور عشقِ کمال مفقود ہے، جسکی بنا پر یہ خزانہ کسی گوشہ مین بھی چھپکر مخفی نہین رہ سکتا تھا،

یہ جناب مولانا عبد القدیر صاحب متخلص بہ حسرت صدر شعبۂ دینیات جامعۂ عثمانیہ حیدر آباد دکن کی چند اردو اور بعض فارسی غزلون کا مجموعہ ہے، مولانا ظاہری فضل وکمال کے ساتھ سرمست بادۂ عرفان بھی ہین، وہ ایک شاعر زبان ہونے کے ساتھ صوفی دل بھی ہین، ان کا قال ان کا حال ہے، گو یہ مجموعہ نہایت مختصر ہے، یعنی صرف ۳۰ صفحات پر مشتمل ہے، جنمین ۴۰ غزلین ہین، ان غزلون کی زبان مین ممکن ہے کہ وہ شاعرانہ نکتہ پروری نہ ہو، جو دہلی اور لکھنؤ کی سرزمین کے لیے خاص ہے، نیز وہ شاعرانہ گرفت اور حرف گیری سے بھی گو پاک نہو، اور کہین کہین خیالات کی بلندی کی بنا پر بڑے بڑے مغلق لفظ ملتے ہون تاہم خیالات کے عمق، جذبات کی بلندی، ادائے تعبیر کی شگفتگی، اور سب سے بڑی چیز ذاتی حالیت اور کیفیت اس مین پائی جاتی ہے، نمونہ یہ ہے،

ساقی مین تیرے دستِ کرم پر نثار ہون — اک جام اور دے، مین ابھی ہوشیار ہون
بے بود بے نمود، عدم ہے مرا وجود — مین چشمِ اعتبار مین، محض اعتبار ہون

مقصد مرادہی ہے، جو مطلب ہے یار کا — مین اپنے اختیار مین بے اختیار ہون
دریا پکارتا ہے ادھر دیکھ اے حباب — تیرے لیے مین تیری طرح بیقرار ہون
اس بیخودی نے کھیل بگاڑا مرا تمام — اے شوقِ وصل تجھ سے بہت شرمسار ہون

نمودِ جنبشِ نوکِ قلم ہین ساری تحریرین — عوالم کیا ہین، علم ذات کی ہین ساری تفسیرین
تماشا گاہ ہے عالم کسی استادِ کامل کا — یہ ہم تم کیا ہین گویا سینما کی چند تصویرین
خدا پر چھوڑ اپنے نیک و بد کو سب ہین لاحاصل — نہ کام آئینگی تدبیرین، نہ تقریرین نہ تحریرین

مری بود ہی کی نمود ہے، یہ حقیقت اور مجاز مین — مین دکھا کے لاکھون نمائشین ہون ہنوز پردۂ راز مین
نہ شراب مین وہ مزا ملا، نہ کباب مین وہ مزا ملا — بخدا ملا جو مجھے مزا، مرے دل کے سوز و گداز مین
تو کمالِ حسن سے سرفراز، مجھے تیرے عشق سے امتیاز — نہ تری نظیر ہے ناز مین، نہ میری نظیر نیاز مین
نہ ملین وہ محفلِ قدس مین، نہ ملائین منزلِ انس مین — کہین چلتے پھرتے نظر پڑین وہ مجھے بھی راہِ مجاز مین
جو نہ ہو اُسی کی نمود ہو، نہ نمودِ اصل وجود ہو — کوئی کیا بتائے کمال ہے، جو خیال شعبدہ باز مین
ترے دردِ دل کی کہین دوا، نہ ملیگی حسرتِ بے نوا — تو تڑپ تڑپ کے تمام ہو یونہی نالہائے گداز مین

ہین دفن میرے ساتھ مرے دل کی حسرتین — شکرِ خدا کہ قبر مین تنہا نہین ہون مین
کانون مین بس گئی ہے اک آوازِ دلنشین — مدت ہوئی مگر اسے بھولا نہین ہون مین

تقطیع متوسط، لکھائی چھپائی خاصی، قیمت ۱۲؍ پتہ: عبد الحق اینڈ برادر انگریزی دواخانہ چادر گھاٹ حیدر آباد دکن

له معارف: یہ "تیرے دل" کا محاورہ غالباً "مری" اوقات سے کی طرح معانی کے قابل [illegible]

مطبوعاتِ جدیدہ

سیرۃ الحسن، یہ جناب مولوی ابو العطا صاحب امجد کی تالیف ہے جسمین اونھون نے حضرت امام حسن علیہ السلام کے مبارک سوانح حیات قلمبند کئے ہین، رسالہ کی ضخامت ۴۰ صفحات کی ہے، ان مین امام ممدوح کے تمام حالات مختلف عنوانون کے تحت مین بیان کیے ہین لیکن افسوس ہے کہ واقعات کی صحت مین بعض مقامات پر زیادہ چھان بین سے کام نہین لیا گیا، مثلاً ابن ملجم کے قتل کا واقعہ یون لکھا گیا ہے "حضرت حسنؓ نے چاہا کہ قتل نہ کیا جائے بلکہ دیس نکالا دیا (؟) جائے، چنانچہ یہی حکم دیکر سپاہیون کے حوالہ کر دیا، مگر راستہ مین جناب حسین، جعفر، اور ایک اور حضرت ملگئے جنھون نے ابن ملجم کو سپاہیون سے چھین لیا، تیل اور چٹائی کے ٹکڑے اور آگ لاکر سب سے پہلے ابن ملجم کے ایک ایک اعضا (؟) کو اس کے جسم سے کاٹ کر علٰحدہ کیا، ہر ایک عضو کٹنے پر وہ آیت قرآنی پڑھتا اور وہ اُف نہ کرتا، یہانتک کہ جب زبان پر دست درازی (؟) کی تب وہ رویا ۔ ۔ ۔ آخر کار ابن ملجم پر چٹائی کے ٹکڑے اور تیل ڈالکر آگ لگا دی گئی، اور وہ ذرا دیر مین جلکر خاکستر ہوگیا" حالانکہ ابن اثیر اور طبری وغیرہ کا متفقہ بیان ہے کہ وہ حضرت حسنؓ کے حکم سے قتل کر دیا گیا، اسلیے یہ تفصیلات تمامتر مزخرفات ہین؟ البتہ یہ صحیح ہے کہ قتل کے بعد عوام نے جوش غضب مین اسکی لاش چٹائی مین لپیٹ کر جلا دی تھی، رسالہ کا کاغذ اور لکھائی چھپائی اچھی ہے، قیمت مع محصول ڈاک ۵/ پتہ:۔ مرزا عطاء الرحمن، فتحپوری زیر مرکنٹائیل بینک دہلی،

تحریم الزنا، جناب مولانا خطیب عبد القیوم صاحب میلو شارمی نے ایک مختصر رسالہ "تحریم الزنا" مین جریم زنا کی اہمیت، قرآن و حدیث سے اسکی حرمت، اس کے تباہ کن نتائج و عواقب، حدود شرعی، اور اخلاقی و دینی نقطۂ نظر سے اس کے مضرات پر نہایت حسن و خوبی سے بحث کی ہے، حجم ۴۰ صفحے، کاغذ اور لکھائی چھپائی معمولی ہے، جناب مولف میلو شارم ضلع شمالی ارکاٹ، مدراس کے پتہ سے ۲/ کا ٹکٹ بھیجکر طلب کیجیے

انا بشر، مسلمانون مین ایک ایسا طبقہ موجود ہے جو قرآن پاک اور حدیث شریف کی واضح تصریحات کے باوجود آنحضرت صلعم کو "بشر" کہنا ایک معصیت کبیرہ تصور کرتا ہے، اسی جماعت کو پیش نظر رکھ کر جناب مولوی سید عبد المجید صاحب نے اس مختصر رسالہ مین آنحضرت صلعم کی بشریت کے متعلق قرآن پاک و حدیث کی تصریحات پیش کی ہین اور ثابت کیا ہے کہ آپ کو بشر کہنا، نہ معصیت ہے، اور نہ سوء ادب ہے، حجم چھوٹی تقطیع پر ۳۲ صفحے لکھائی چھپائی اور کاغذ خاصہ ہے، قیمت ۱/ پتہ:۔ جناب ناظم صاحب دار التصنیف کپور تھلہ،

الصرف والنحو، جناب مولانا حکیم سید محمد حنیف صاحب دسنوی کی زندگی کا بیشتر حصہ بچون کی تعلیم و تدریس مین صرف ہوا ہے، اسلیے ان کو بچون کے اصول تعلیم مین خاص دستگاہ حاصل ہوگئی ہے، چنانچہ انھون نے پہلے فارسی صرف و نحو پر ایک نہایت کار آمد اور مفید رسالہ خیر المصادر لکھا جس کے متعدد اڈیشن شائع ہو چکے ہین، اب اسی انداز پر عربی صرف و نحو پر زیر تبصرہ رسالہ ان کے قلم سے شائع ہوا ہے، جس مین صرف و نحو کے تمام مسائل نہایت استقصاء اور جامعیت سے بچون کی فطرت کو ملحوظ رکھکر ایک خاص اسلوب مین یکجا کر دیے گئے ہین، امید ہے کہ یہ رسالہ بچون کے لیے مفید ثابت ہوگا، حجم مجموعی ۸۰ صفحے، کاغذ اور کتابت و طباعت عمدہ ہے، قیمت قسم اول ۸/ و قسم دوم ۵/ پتہ:۔ جناب منیجر صاحب خیمۂ کامل دہلی،

سرورِ عالم، جناب مولوی سید عبد المجید صاحب نے مجالسِ میلاد مین پڑھنے کے لیے ایک رسالہ "سرورِ عالم" کے نام سے تالیف کیا، جسمین پہلے بعثت نبوی سے قبل کی دنیا کی مذہبی و اخلاقی حالت بتائی ہے، پھر آنحضرت صلعم کے متعلق کتب مقدسہ کی بشارتین ہین، اس کے بعد ظہور قدسی سے وفات تک کے حالات مختصر طور پر بیان کئے گئے ہین، اس کے بعد شمائل نبوی کا ایک باب ہے، اور آخر مین "اسلام کی امتیازی خصوصیات" پر مختصر طور پر بحث کیگئی ہے، ضخامت ۷۲ صفحے، کاغذ اور کتابت و طباعت عمدہ ہے، قیمت ۱۲/ پتہ:۔ جناب ناظم صاحب دار التصنیف کپور تھلہ،

شرح قصیدہ بانت سعاد، جناب مولوی ابو المغازی علی الاعلی صاحب فاروقی جونپوری

مطبوعات جدیدہ

سیرۃ الحسن، یہ جناب مولوی ابو العطار صاحب امجد کی تالیف ہے جسمین اونھون نے حضرت امام حسن علیہ السلام کے مبارک سوانح حیات قلمبند کئے ہین، رسالہ کی ضخامت ۲۰ صفحات کی ہے، ان مین امام ممدوح کے تمام حالات مختلف عنوانون کے تحت مین بیان کیے ہین لیکن افسوس ہے کہ واقعات کی صحت مین بعض مقامات پر زیادہ چھان بین سے کام نہین لیا گیا مثلاً ابن ملجم کے قتل کا واقعہ یون لکھا گیا ہے، "حضرت حسنؓ نے چاہا کہ قتل نہ کیا جائے بلکہ دیس نکالا دیا (؟) جائے، چنانچہ یہی حکم دیگر سپاہیون کے حوالہ کر دیا، مگر راستہ مین جناب حسین، جعفرؓ اور ایک اور حضرت ملکے جنھون نے ابن ملجم کو سپاہیون سے چھین لیا، تیل اور چٹائی کے ٹکڑے اور آگ لاکر سب سے پہلے ابن ملجم کے ایک ایک اعضا (؟) کو اس کے جسم سے کاٹ کر علحدہ کیا، ہر ایک عضو کٹنے پر وہ آیت قرآنی پڑھتا اور وہ اُف نہ کرتا، یہانتک کہ جب زبان پر دست درازی (؟) کی تب وہ رویا ... آخر کار ابن ملجم پر چٹائی کے ٹکڑے اور تیل ڈالکر آگ لگا دی گئی، اور وہ ذرا دیر مین جلکر خاکستر ہو گیا" حالانکہ ابن اثیر اور طبری وغیرہ کا متفقہ بیان ہے کہ وہ حضرت حسنؓ کے حکم سے قتل کر دیا گیا، اسلیے یہ تفصیلات تمامتر مزخرفات ہین؟ البتہ یہ صحیح ہے کہ قتل کے بعد عوام نے جوش غضب مین اسکی لاش چٹائی مین لپیٹ کر جلا دی تھی، رسالہ کا کاغذ اور لکھائی چھپائی اچھی ہے، قیمت مع محصول ڈاک ۵ر پتہ:- مرزا عطار الرحمن فتحپوری زیر مرکنٹائیل بینک دہلی،

تحریم الزنا، جناب مولانا خطیب عبد القیوم صاحب میلو شارمی نے ایک مختصر رسالہ "تحریم الزنا" مین جرم زنا کی ہیبت، قرآن و حدیث سے اسکی حرمت، اس کے تباہ کن نتائج و عواقب، حدود شرعی، اور اخلاقی و دینی نقطۂ نظر سے اس کے مضرات پر نہایت حسن و خوبی سے بحث کی ہے، حجم ۳۲ صفحے، کاغذ اور لکھائی چھپائی معمولی ہے، جناب مؤلف میلو شارم ضلع شمالی ارکاٹ، مدراس کے پتہ سے ۲ ر ٹکٹ بھیجکر طلب کیجیے

انا بشر، مسلمانون مین ایک ایسا طبقہ موجود ہے جو قرآن پاک اور حدیث شریف کی واضح تصریحات کے باوجود آنحضرت صلعم کو "بشر" کہنا ایک معصیت کبیرہ تصور کرتا ہے، اسی جماعت کو پیش نظر رکھکر جناب مولوی سید عبد المجید صاحب نے اس مختصر رسالہ مین آنحضرت صلعم کی بشریت کے متعلق قرآن پاک و حدیث کی تصریحات پیش کی ہین اور ثابت کیا ہے کہ آپ کو بشر کہنا نہ معصیت ہے، اور نہ سوء ادب ہے، حجم چھوٹی تقطیع پر ۳۲ صفحے لکھائی چھپائی اور کاغذ خاصہ ہے، قیمت ار پتہ:- جناب ناظم صاحب دار التصنیف کپورتھلہ،

الصرف والنحو، جناب مولانا حکیم سید محمد حنیف صاحب دسنوی کی زندگی کا بیشتر حصہ بچون کی تعلیم و تدریس مین صرف ہوا ہے، اسلیے ان کو بچون کے اصول تعلیم مین خاص دستگاہ حاصل ہو گئی ہے، چنانچہ انھون نے پہلے فارسی صرف و نحو پر ایک نہایت کارآمد اور مفید رسالہ خیر المصادر لکھا جس کے متعدد اڈیشن شائع ہو چکے ہین، اب اسی انداز پر عربی صرف و نحو پر زیر تبصرہ رسالہ ان کے قلم سے شائع ہوا ہے، جس مین صرف و نحو کے تمام مسائل نہایت استقصاء اور جامعیت سے بچون کی فطرت کو ملحوظ رکھکر ایک خاص اسلوب مین یکجا کر دیے گئے ہین، امید ہے کہ یہ رسالہ بچون کے لیے مفید ثابت ہوگا، حجم مجموعی ۸۰ صفحے، کاغذ اور کتابت و طباعت عمدہ ہے، قیمت قسم اول ۸ر و قسم دوم ۵ر پتہ:- جناب منیجر صاحب جنیمہ کامل دہلی،

سرورِ عالم، جناب مولوی سید عبد المجید صاحب نے مجالس میلاد مین پڑھنے کے لیے ایک رسالہ "سرورِ عالم" کے نام سے تالیف کیا، جسمین پہلے بعثت نبوی سے قبل کی دنیا کی مذہبی و اخلاقی حالت بتائی ہے، پھر آنحضرت صلعم کے متعلق کتب مقدسہ کی بشارتین ہین، اس کے بعد ظہور قدسی سے وفات تک کے حالات مختصر طور پر بیان کئے گئے ہین، اس کے بعد شمائل نبوی کا ایک باب ہے، اور آخر مین "اسلام کی امتیازی خصوصیات" پر مختصر طور پر بحث کیگئی ہے، ضخامت ۷۲ صفحے، کاغذ اور کتابت و طباعت عمدہ ہے، قیمت ۱۲ر پتہ:- جناب ناظم صاحب دار التصنیف کپورتھلہ،

شرح قصیدہ بانت سعاد، جناب مولوی ابو المغازی علی الاعلی صاحب فاروقی جونپوری

ندوی، المولود ۱۳۱۰ھ" نے عرب کے مشہور شاعر کعب بن زہیر کے اس قصیدہ کا تشریحی ترجمہ کرکے شایع کیا ہے جسکو انھون نے اسلام لانے کے بعد صحابہ کرام رض کے مجمع مین آنحضرت صلعم کو مخاطب کرکے آپ کی شان مین پڑھا تھا اور اسکے صلہ مین آپ نے اپنی ردائے مبارک عنایت فرمائی تھی، رسالہ کے شروع مین شاعر کے مختصر حالات زندگی ہین، پھر قصیدہ اور اس کا ترجمہ مع شرح ہے، جس مین مشکل لغات کی تشریح بھی کیگئی ہے، ترجمہ نہایت صاف سلیس اور بامحاورہ ہے، حجم چھوٹی تقطیع پر ۲۳ صفحے، کتابت وطباعت اور کاغذ خاصہ ہے، قیمت ۲ر پتہ:- دائرہ مطبوعات ملیہ جونپور،

عربی طب، جناب مولوی حکیم شمس الدین احمد صاحب نے مسلم اکاڈیمی لکھنؤ کے ایک جلسہ مین عربون کے علم طب پر ایک مختصر خطبہ دیا تھا، جس مین عربون کے علم طب اور یورپ کے اس سے استفادہ پر اجمالی تبصرہ کیا گیا تھا، مسلم اکاڈیمی نے اسی خطبہ کو "عربی طب" کے نام سے شائع کیا ہے، حجم چھوٹی تقطیع پر ۲۱ صفحے، کاغذ اور لکھائی چھپائی اچھی ہے، پتہ: مسلم اکاڈیمی لکھنؤ،

سفر حجاز، جناب نادر بادشاہ صاحب مرحوم رئیس وانمباڑی مدراس کے سفر حج کے حالات کو "سفر حجاز" کے نام سے شائع کیا گیا ہے، ضخامت ۱۳۱ صفحے، کاغذ اور لکھائی چھپائی خاصی ہے، قیمت ۸ر پتہ:- جناب مولوی خطیب محمد عبدالرشید صاحب نمبر ۸، گوڈون اسٹریٹ، مدراس،

ریلوے مسافر، جناب علی احمد صاحب زاہد جبلپوری نے ریلوے ایکٹ مین سے ضروری معلومات کو عام فہم سلیس اردو مین لکھ کر ایک خاص ترتیب کے ساتھ "ریلوے مسافر" کے نام سے شائع کیا ہے، ریلوے سفر کرنے والے لوگون کے لیے اس کا مطالعہ بہت مفید ہوگا، حجم چھوٹی تقطیع پر ۵۴ صفحے، کاغذ اور لکھائی چھپائی معمولی ہے، قیمت ۴ر پتہ:- ایس اے احمد اینڈ کمپنی جامع مسجد جبلپور (ممالک متوسط)

لمعات نور، دسمبر ۱۹۲۶ء کے رسالہ مین اردو اشعار کے نئے اور دلچسپ مجموعہ لمعات نور پر جو تبصرہ لکھا گیا تھا اس مین اسکی قیمت ۳ر لکھی گئی تھی، حالانکہ اسکی اصلی قیمت ۱۲ر ہے، پتہ:- حافظ قمرالدین اینڈ سنز تاجران کتب موچی دروازہ لاہور،

"ض"

عدد چہارم	ماہ شوال ۱۳۴۵ھ مطابق ماہ اپریل سنہ ۱۹۲۷ء	مجلد نوزدہم

مضامین